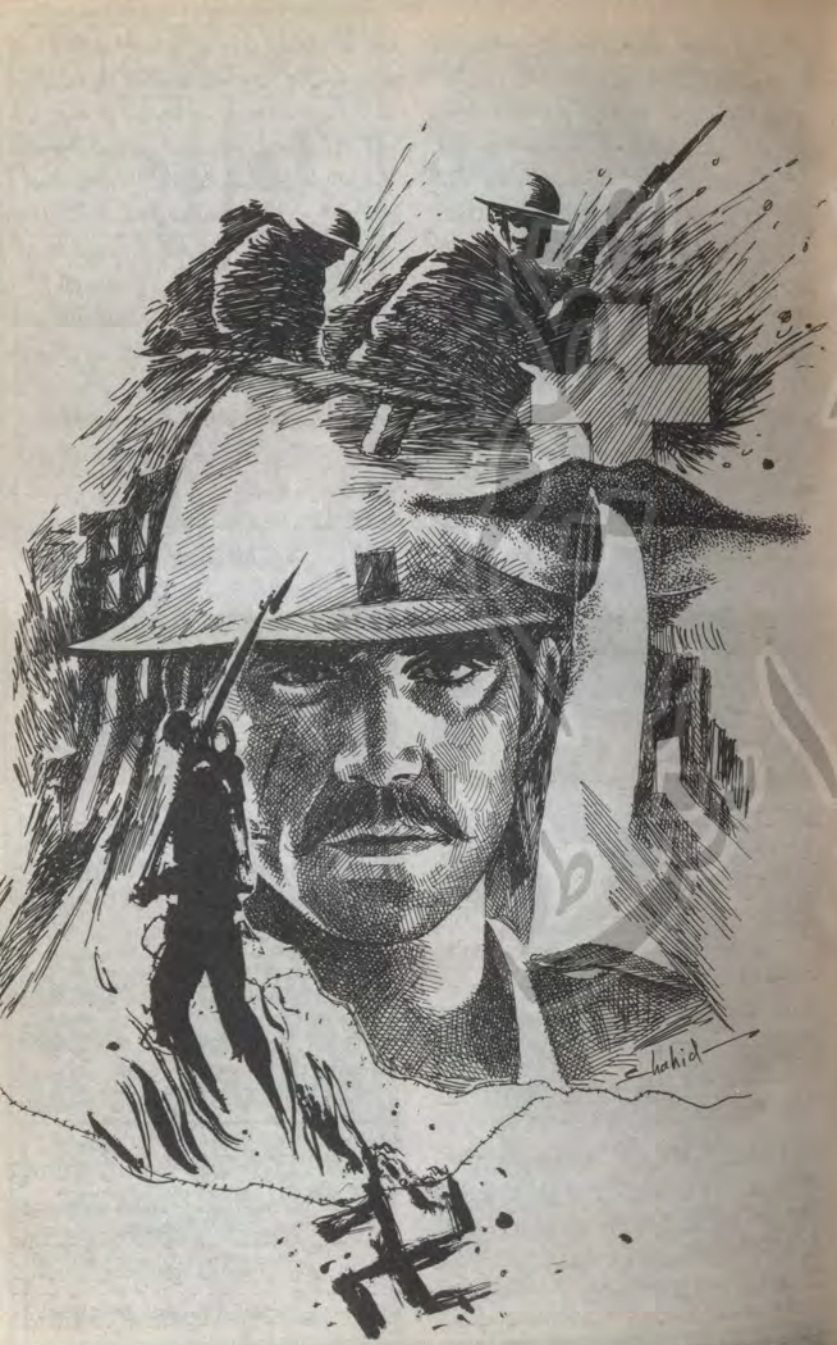


خون اور پانی

مریم کے خان

کسی بھی ملک کی سرحدوں پر جب بھی زندگی کے سلسلے کو توڑا جاتا ہے..... تو گھروں میں جگمگاتی روشنیاں تیرگی میں بدل جاتی ہیں۔ ہرے بھرے کھیت، قحطِ آب کی نذر ہو جاتے ہیں۔ درختوں سے پرندوں کی ڈاریں اڑ کر گمنام جزیروں کا رخ کر کے واپسی کا راستہ بھول جاتی ہیں۔ فضاؤں میں امن کی جگہ جنگ اور دھوئیں کے زخم پھیلنے لگتے ہیں۔ اور وطن پرستوں کی آہنی صفیں دشمنوں کے خوفناک و خونیں ہتھیاروں سے کھوکھلی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

جنگ عظیم کے پس منظر میں لکھی گئی تحریر..... ہر شخص بقائے حیات کی جنگ جیت لینا چاہتا تھا

زمان خان کی نظروں کے سامنے ایک جنگی طیارے نے غوطہ لگایا اور اس سے نکلے بموں نے دو جرمن ٹینکوں کو بکھیر کر رکھ دیا۔ اس کے چاروں طرف ایک طرح سے قیامت برپا تھی۔ طیاروں کی تیز گونج، گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور بموں کے لرزہ خیز دھماکوں کے ساتھ مرنے اور زخمی ہونے والے انسانوں کی چیخ و پکار جاری تھی۔ دس منٹ پہلے وہ پُرسکون انداز میں صحرا میں محوِ سفر تھے کہ اچانک ہی جرمن طیارے بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہو گئے۔ وہ اتنی نیچی پرواز کر کے آئے تھے کہ جب تک بالکل سر پر نہ پہنچ گئے ان کے آنے کا پتا نہیں چلا تھا۔

درجن بھر نازی طیارے ایک دوسرے سے الگ ہو کر فضا میں بلند ہوئے اور پلٹ کر غوطہ لگاتے ہوئے عین ان کے اوپر اپنے پروں تلے بموں کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ سو پاؤنڈز وزنی بم سنسناتی آواز کے ساتھ برسے اور پلک جھپکنے میں شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ بمباروں کی ایک ٹکڑی اپنا کام کر کے اوپر اٹھتی تو اس کے عقب میں دوسری فارمیشن حملے کے لیے تیار تھی۔ قافلے والے اولین حملے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ قافلے کی دو واحد طیارہ شکن گنیں ٹرکوں پر بار تھیں۔ ان میں سے ایک ٹرک پہلے حملے کا نشانہ بن چکا تھا اور دوسرے ٹرک پر نصب طیارہ شکن گن کو اس کا عملہ تیار کر رہا تھا۔ البتہ جرمن ٹینکوں پر لگی محدود فائر والی مشین گنیں طیاروں پر گولیاں برسا رہی تھیں۔ قافلے میں دس عدد جرمن ٹینک بھی شامل تھے۔ ان میں سے دو اولین حملے کا نشانہ بن چکے تھے۔ مزید دو ٹینک اگلے حملے میں کام آ گئے۔

جرمن طیاروں کا انداز اور سرعت سے کیا جانے والا حملہ دیکھتے ہی زمان خان کے ذہن میں خیال آیا تھا کہ یہ حملہ سو فیصد درست اطلاع کی وجہ سے ہوا ہے۔ یا تو کسی جرمن آبزرور طیارے نے بلندی سے انہیں صحرا میں سفر کرتے دیکھ لیا تھا یا پھر ان کے قافلے میں کوئی جرمن جاسوس تھا۔ طیارے چار چار کی ٹکڑیوں میں حملہ کر رہے تھے۔ ہر حملے میں انہوں نے نصف بم گرائے تھے اس لیے جب تیسری ٹکڑی نے بھی اپنا مہلک بوجھ قافلے پر ہلکا کر دیا تو پہلی ٹکڑی پھر سے بم برسانے کے لیے تیار تھی۔ چھ جرمن ٹینک، بارہ بڑے ٹرکوں میں سے سات ٹرک اور متعدد چھوٹے ٹرک اور گاڑیاں شعلوں کی زد میں تھیں یا پرزے پرزے ہو کر بکھر گئی تھیں۔ اس کھلے اور ہموار صحرا میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ پہلی ٹکڑی نے اپنے باقی ماندہ بم بھی پھینکے اور مشین گنیں سنبھال کر پناہ کے لیے دیوانہ وار بھاگتے انسانوں پر گولیاں برسانے لگیں۔

ہیں ایم ایم کی مہلک دو مشین گن کی گولی ایک انچ موٹی فولادی پٹی کو پھاڑ کر گزر جاتی تھی۔ انسانی جسم اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا تھا۔ انسان کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ ہر طرف ریت خون سے سرخ ہو رہی تھی۔ شعلے، آگ، خون اور دھواں چاروں طرف بس یہی تھا۔ بموں کے دھماکوں سے اُڑنے والی ریت نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔ چند گز سے آگے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

زمان خان اس جیپ کے پاس کھڑا تھا جس پر وہ سفر کر رہا تھا اور اب تک حملے میں اسے خراش بھی نہیں آئی تھی حالانکہ اس نے چھپنے یا پناہ لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کا ڈرائیور تارہ سنگھ دس قدم..... بھاگ سکا تھا۔ اس کے بعد ایک تباہ ہونے والے ٹینک کا فولادی ٹکڑا اس کے سر پر لگا تھا اور وہ وہیں دفات پا گیا تھا۔ عقبی نشستوں پر بیٹھے چار سپاہی نہ جانے کہاں تھے۔ زندہ بھی تھے یا مر چکے تھے۔ واحد بچ جانے والی طیارہ شکن گن سے چند ایک راؤنڈ فائر ہوئے تھے کہ دو بموں نے اس ٹرک کے بھی پرخچے اُڑا دیے۔

صرف دو شرمن ٹینک باقی بچے تھے جن پر گی مشین گنیں مدافعت کر رہی تھیں مگر یہ طیاروں کے خلاف غیر مؤثر تھیں۔ ان کی حرکت پذیری محدود تھی اور جس رینج میں یہ فائر کر سکتی تھیں جرمن طیارے اس حد سے پلک جھپکنے میں گزر جاتے تھے۔ زمان ایک ٹینک کی طرف بڑھا۔ اس میں قافلے کا کمانڈر میجر پارکر تھا۔ روانگی کے وقت زمان نے اسے تجویز پیش کی تھی کہ بڑے ٹرکوں اور ٹینکوں کو پھیلا کر رکھا جائے تاکہ کسی فضائی حملے کی صورت میں انہیں نشانہ بنانا آسان نہ ہو مگر پارکر نے یہ تجویز مسترد کر دی تھی۔ اسے ٹینکوں کی کلاسیکی فارمیشن پسند تھی لہٰذا قافلے میں سب سے آگے دس شرمن ٹینک پانچ پانچ کی دو قطاروں میں پاس پاس چل رہے تھے جبکہ بھاری ٹرک عقبی حصے میں ایک قطار میں تھے۔ ان پر اسلحہ، ایمونیشن، سامان رسد اور اس صحرا میں سب سے اہم شے پانی لدا تھا۔ درجن بڑے ٹرکوں کے علاوہ بیس عدد چھوٹے ٹرک تھے جن میں سے ہر ایک میں چالیس سپاہی سوار تھے۔ درجن بھر جیپیں اور دوسری گاڑیاں تھیں۔

جہاں تک نظر جاتی تھی، زمان خان کو ایک بھی پہیوں پر چلنے والی چیز صحیح سلامت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ دھوئیں اور ریت کے غبار سے گزرتا ٹینک تک پہنچا۔ اس کا مشین گن ٹاپ پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ ایک گولی اس کے شانوں کے درمیان سے گزر گئی تھی۔ جرمن طیارے اب بھی جھپٹ رہے تھے۔ گولیاں بچ جانے والے افراد کا لہو چاٹ رہی تھیں۔ زمان خان نے مردہ سپاہیوں کو ایک طرف دھکیلا اور خود مشین گن سنبھال لی۔ ٹینک اس طرح کھڑا تھا کہ گنر درست طریقے سے طیاروں کو نشانہ بنا نہیں سکتا تھا۔ زمان نے چلا کر ڈرائیور کو ٹینک کی سمت بدلنے کو کہا۔ ڈرائیور جو شاید اب تک سکتے میں تھا، چونکا۔ اس نے ٹینک کو حرکت دی۔ زمان نے مشین گن کی نال اوپر کی اور سامنے سے گزرتے طیارے پر برسٹ مارے مگر طیارہ نکلتا چلا گیا۔ ایک طیارہ دائیں طرف سے گولیاں برساتا آ رہا تھا۔ زمان نے ٹینک کو دائیں طرف مڑنے کو کہا۔ ٹینک آہستگی سے دائیں طرف گھومنے لگا۔ زمان کی انگلیاں ٹریگر پر جم گئیں۔ گولیاں طیارے کے پہلو اور پر پر لگیں اور فوراً ہی اس سے دھواں اٹھنے لگا تھا۔ زخمی طیارے نے بلند ہونے کی کوشش کی لیکن پھر اس کی ہمت جواب دے گئی اور وہ منہ کے بل ایک دھڑ، دھڑ جلتے ٹرک میں جا گھسا۔ گویا اپنی لگائی آگ میں کود گیا۔ دھماکے سے طیارے اور ٹرک دونوں کے پرزے بکھر گئے تھے۔

زمان کے پاس فتح کا جشن منانے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے مشن گن پر گولیوں کا نیا باکس لگایا اور پھر سے جرمن طیاروں کو نشانہ بنانے کی کوشش کرنے لگا مگر ایک طیارے کی تباہی نے ان کے حوصلے پست کر دیے تھے۔ طیارے اپنا بیشتر ایمونیشن صرف کر چکے تھے۔ سب سے بڑھ کر ان کا حملہ انتہائی کامیاب رہا تھا۔ اس کا ثبوت قافلے کے جلتے ہوئے ٹینک، گاڑیاں اور چاروں طرف بکھری لاشیں تھیں لہٰذا انہوں نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ ایک ایک کر کے وہ فضا میں بلند ہوئے اور فارمیشن بناتے ہوئے شمال مغرب کی طرف آسمان پر غائب ہو گئے۔ نزدیکی ٹینک سے اٹھنے والا دھواں براہِ راست زمان کی طرف آ رہا تھا اور اس کے لیے سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ کھانستے ہوئے وہ نیچے اترا اور ڈرائیور والے خانے سے ٹینک کے اندر جھانکا۔

''میجر کہاں ہے؟''

''میں یہاں ہوں۔'' پارکر کی آواز آئی۔

''سر! کیا آپ باہر آ کر قافلے کا حال دیکھنا پسند کریں گے؟'' زمان خان کے لہجے میں طنز تھا۔

☆☆☆

بارہ نومبر 1942ء کے دن اسکندریہ سے روانگی کے بعد ان کا بیشتر وقت سفر میں گزرا تھا۔ عام طور سے بارہ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ بارہ گھنٹے آرام کرتے تھے۔ کیپٹن زمان خان دو روز قبل ہی ہندوستان سے دو سو افراد پر مشتمل دستے کے ہمراہ اسکندریہ کی بندرگاہ پر اترا تھا۔ اس کے دستے کے

نصف سے زیادہ ارکان ایک اور کمپنی میں شامل کر کے بحری راستے سے یورپ کی طرف روانہ کر دیے گئے تھے جہاں جنگ عظیم دوم پورے عروج پر تھی اور نازی جرمن یورپ کے بیشتر حصے میں قابض ہونے کے بعد روس میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ ہر محاذ پر افرادی قوت کی اشد ضرورت تھی۔ فرانسیسی اور برطانوی فوج کا بیشتر حصہ جرمنوں کی قید میں جا چکا تھا۔ اُدھر ایشیا میں ایک بہت بڑی انگریز فوج جاپانیوں کے سامنے ہتھیار ڈال چکی تھی لہٰذا فوج کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اپنی کالونیوں سے برطانیہ بے دریغ فوجی بھرتی کر رہا تھا۔ خاص طور سے ہندوستان بھرتی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں بھی انگریزوں نے لاکھوں ہندوستانیوں کو جنگ کا ایندھن بنایا تھا اور دوسری جنگ عظیم میں بھی لاکھوں سپاہی جوان اور افسر گوروں کی آپس کی جنگ میں قربان ہونے کے لیے جا چکے تھے۔

زمان خان پشاور کے ایک جج ثناء اللہ خان کا بیٹا تھا۔ ثناء اللہ خان ان چند اولین پختونوں میں سے ایک تھا جس نے برطانیہ جا کر قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ زمان خان اس کی پانچویں اولاد تھا اور اس نے باپ کے کہنے پر فوج میں شمولیت اختیار کی تھی لیکن ایسا کرتے وقت اس نے سوچا نہیں تھا کہ اسے انگریز کے مفادات کی جنگ بھی لڑنا پڑے گی۔ آرمی آفیسر ہونے کے ناتے وہ کھل کر اپنے سیاسی عزائم کا اظہار نہیں کر سکتا تھا لیکن اندر سے وہ دل و جان سے تحریکِ پاکستان کا حامی تھا۔ قراردادِ پاکستان پیش ہوتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب پاکستان وجود میں آئے گا وہ اس کی فوج میں شامل ہو گا۔

دہرہ دون میں ٹریننگ کے بعد اسے انڈین رائفلز میں کمیشن ملا تھا لیکن بعد میں اس نے اپنا تبادلہ کیولری میں کرا لیا۔ بکتر بند مشینوں سے اسے شروع سے دلچسپی تھی۔ 1942ء میں اس کی رجمنٹ آسام میں تھی جہاں جاپانی حملے کا خدشہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا مگر اس سال کے وسط میں اسے اشارے ملنا شروع ہو گئے تھے کہ اس کے دستے کو افریقہ روانہ کر دیا جائے گا۔ اگرچہ فوجی اور جنگی خبروں پر سخت سنسر شپ تھی۔ اس کے باوجود انہیں اطلاعات ملتی رہتی تھیں۔ یورپ میں اتحادیوں کو بے بس کرنے کے بعد اب جرمن افریقہ میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ لیبیا پر اٹلی کا قبضہ تھا جو جرمن اتحادی تھا۔ اس کے توسط سے جرمن فوج رومیل کی قیادت میں افریقہ میں داخل ہوئی اور پھر سیلاب کی طرح چاروں طرف پھیلنے لگی۔ مغرب میں اس کا ہدف جبرالٹر تھا تو

گھر صحرا سے بدتر ہے
جو اولاد نہیں ہے
آج بھی ہزاروں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ مایوسی تو گناہ ہے۔ نقص چاہے خاتون میں ہو یا مرد انہ جراثیم کا مسئلہ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس ایجاد کیا ہے جس کے استعمال سے آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھل سکتے ہیں آپ کے ہاں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہو سکتا ہے آج ہی گھر بیٹھے ہم سے فون پر رابطہ کریں اور بذریعہ ڈاک وی پی (V.P) بے اولادی کورس منگوالیں۔
المُسلم دارُالحکمت رجسٹرڈ
ضلع و شہر حافظ آباد ـــــ پاکستان
0300-6526061
0547-521787
0547-522468
اوقات فون
صبح 9 بجے سے دوپہر 2 بجے تک
عصر 4 بجے سے رات 11 بجے تک
آپ ہمیں صرف فون کریں۔ بے اولادی کورس آپ تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔

مشرق میں اس کی نظریں نہر سوئز پر مرکوز تھیں کیونکہ ان دو کناروں پر قبضہ کر کے جرمن پورے بحیرۂ روم پر قابض ہو جاتے۔ مشرقِ بعید کی کالونیاں آرام سے جاپان کے حوالے کر دینے والے برطانوی مصر کے دفاع کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ سران کا تھا اور جسم غلام اقوام کا۔

نومبر کے آغاز میں زمان خان اور اس کی پلاٹون کو مصر روانگی کا حکم مل گیا تھا۔ وہ بہ عجلت ایک بحری جہاز پر کلکتہ سے سوار ہوئے اور رکے بغیر اسکندریہ جا کر دم لیا ہی تھا کہ زمان خان کی پلاٹون کو تتر بتر کر کے مختلف جگہوں پر روانہ کر دیا گیا۔ زمان خان اور اس کے ساتھ تقریباً پچاس افراد کو میجر پارکر کی کمپنی میں شامل کر کے لیبیا میں ایک محاذ کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔ رومیل کے دستے طوفانی رفتار سے مصر کی جانب پیش قدمی کر رہے تھے۔ اسے روکنے اور اُلجھانے کے لیے برطانوی فوج نے جابجا محاذ بنائے تھے مگر اس کی یہ حکمتِ عملی مؤثر ثابت نہیں ہو پائی تھی۔ جرمن اِدھر اُدھر کے محاذوں پر اُلجھنے کے بجائے پیش قدمی کو ترجیح دے رہے تھے۔ اگر راہ میں اتحادی فوج حائل ہو جاتی تو اس سے کترا کر نکل جاتے۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہوتا تو اپنے ساتھ موجود اطالوی فوج کو جنگ پر لگا دیتے اور خود پیش قدمی جاری رکھتے۔ اِدھر اُدھر بکھری اتحادی فوج سے زمینی جنگ کے بجائے وہ صرف فضائی حملوں سے اسے تباہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ ساری صورتِ حال زمان خان کے علم میں مصر پہنچتے ہی آ چکی تھی۔ اسکندریہ کے شراب خانے برطانوی فوج سے بھرے ہوئے تھے اور پارٹیوں میں کھلے عام جنگ کی صورتِ حال پر بحث ہوتی تھی۔ میجر پارکر سے اپنی پہلی میٹنگ میں اس نے زور دیا تھا کہ انہیں فضائی حملے کی طرف سے زیادہ چوکنا رہنا چاہیے۔

میجر پارکر بھی انڈین کیولری سے تعلق رکھتا تھا اور وہ انسٹرکٹر بھی رہا تھا لہٰذا اسے فضائی معرکوں کی نسبت زمین پر لڑی جانے والی جنگ سے زیادہ دلچسپی تھی۔ دوسرے وہ متعصب قسم کا گورا تھا۔ ہندوستانیوں کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ حقیر اور کمتر نسل کے لوگ ہیں جن کی زندگی کا مقصد ہی انگریزوں کی غلامی کرنا ہے۔ ممکن ہے یہی مشورہ اسے اس کا ہم وطن سیکنڈ اِن کمانڈ کیپٹن جونز دیتا تو وہ اسے قابلِ اعتنا سمجھتا بھی مگر زمان خان کی بات سن کر اس نے حقارت سے کہا۔

''اگر تم اتنے ہی بزدل ہو تو تمہیں ہندوستان سے آنے سے ہی انکار کر دینا چاہیے تھا۔''

فوجی تربیت نے زمان خان کو خاصا ٹھنڈے مزاج کا بنا دیا تھا مگر بزدلی کا طعنہ سن کر اس کا پٹھان خون رگوں میں کھول گیا۔ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''سر! میں نے پسپائی کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی میں پسپائی کو فتح قرار دیتا ہوں۔ میں نے ممکنہ حفاظتی انتظامات کی بات کی ہے۔ جرمنوں کی فضائیہ زمین پر حملے کرنے میں مہارت رکھتی ہے۔''

''میں نے تمہیں یہاں دشمنوں کا قصیدہ پڑھنے کے لیے نہیں بلایا ہے۔'' زمان خان کی بات نے پارکر کو آتش زیرپا کر دیا تھا۔ چرچل نے فرانس سے انگریز فوج کی رسوا کن پسپائی کو الفاظ کے الٹ پھیر سے فتح بنا دیا تھا۔ زمان خان نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

''میں نے یہ بتانے کے لیے تم سب کو بلایا ہے کہ میں جس دستے کا انچارج ہوتا ہوں اس کے ایک ایک فرد سے مکمل اطاعت چاہتا ہوں۔''

''یس سر! سب سے کہا تھا۔'' زمان خان نے اس وقت سمجھ لیا تھا کہ اس افسر کی ماتحتی میں اس کے لیے آئندہ بھی نازک مقامات آتے رہیں گے۔ میجر پارکر کی زیرِ کمان ایک بھان متی کے کنبے کی طرح جوڑ جاڑ کر بنائی گئی کمپنی تھی جن میں اکثریت افریقی نژاد باشندوں کی تھی جنہیں برطانیہ کے افریقی مقبوضات سے بھرتی کیا گیا تھا۔ زمان خان سمیت پچاس ہندوستانی تھے جن میں صرف دو مسلمان تھے یعنی زمان خان اور اس کا اردلی گل شیر، باقی سکھ تھے یا پھر ہندو۔ انگریزوں کے علاوہ فرانسیسی رضا کار بھی اس دستے میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ آسٹریلیا کی پانچ عدد نرسوں اور دو ڈاکٹروں پر مشتمل میڈیکل ٹیم بھی تھی۔ یہ سب نرسیں حسین اور جوان العمر تھیں مگر زیادہ تر اپنے خیمے میں محوِ درد رہا کرتی تھیں۔ انہیں کمپنی کے لوگوں سے گھلنے ملنے کی ممانعت تھی مگر اکثر میجر پارکر کے خیمے میں جمنے والی محفلوں میں ان کی شرکت لازمی ہوا کرتی تھی۔

روانگی کے دوسرے دن رات جب زمان خان رفعِ حاجت کے لیے نزدیک ہی گیا تھا تو اس کی پنڈلی پر کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا تھا۔ واپس آتے آتے درد سے اس کا برا حال ہو گیا۔ اس نے طبی مقاصد کے لیے مخصوص خیمے کا رُخ کیا۔ وہاں موجود ڈاکٹر نے کسی قدر سر دھری سے اس کا معائنہ کیا اور نرس کو آواز دی۔ ''شیلا! پیاز کا سرکہ لے آؤ۔''

شیلا خیمے کے اندرونی حصے سے برآمد ہوئی۔ نرس کے مخصوص یونیفارم میں اس کے وجود کی دلکشی نمایاں تھی۔ سنہری مائل سرخ بال اور نازک سا ناک نقشہ خاص طور سے اس کی ہلکی سی نیلی آنکھیں تاثرات سے بھرپور تھیں۔ عمر اکیس بائیس برس سے زیادہ نہیں تھی۔ اس نے زمان خان کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔ ''کیپٹن! ڈنک کہاں لگا ہے تمہیں؟''

زمان نے اپنا پاؤں آگے کر دیا۔ شیلا نے روئی میں تر کر کے پیاز کا سرکہ ڈنک والی جگہ پر لگایا۔ نہ جانے یہ دوا کا اثر تھا یا شیلا کے نازک ہاتھوں کا۔ زمان نے فوری طور پر درد میں افاقہ محسوس کیا۔ ''تھینک یو نرس! یہ درد بڑا ظالم تھا۔''

''صحرا میں پائے جانے والے کیڑوں کا زہر بہت درد کرتا ہے۔'' شیلا نے مزید سرکہ لگا کر زخم پر رکھا۔ ''میں خود بھی صحرا کی رہنے والی ہوں۔ وہاں ہمارا واسطہ آئے دن زہریلے کیڑوں سے پڑتا تھا۔''

''آسٹریلیا میں صحرا ہوتے ہیں؟'' زمان نے بناوٹی حیرت سے کہا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ آسٹریلیا کا بڑا رقبہ صحرا پر مشتمل ہے۔ شیلا کھلکھلا کر ہنس دی۔

''کیپٹن! تم کس دنیا میں رہتے ہو۔ یہ بات تو جغرافیہ پڑھنے والا ایک بچہ بھی جانتا ہے۔''

''بشرطیکہ وہ بچہ کسی آزاد اور ترقی یافتہ ملک میں رہتا ہو۔'' زمان نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔ ''ہندوستان میں بچوں کو یہ نہیں پڑھایا جاتا ہے۔''

شیلا کچھ دیر خاموشی سے کام کرتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ ''دیکھنے میں تم ہندوستانی نہیں لگتے۔ وہ تو کالے یا سانولے رنگ کے ہوتے ہیں۔''

''سب نہیں ہوتے۔ ان میں بھی سفید لوگ ملتے ہیں۔ میرا تعلق ایک پٹھان قبیلے سے ہے۔ ہم سرخ و سفید ہوتے ہیں۔''

سرکے سے تر روئی ہٹا کر شیلا نے ایک جاذب پٹی اس کے زخم پر چپکا دی تاکہ وہ رفتہ رفتہ زخم کا زہریلا مواد چوستی رہے۔ ''کل صبح روانگی سے پہلے آ کر پٹی بدلوا لینا۔''

''شکریہ شیلا!'' زمان بولا اور بادلِ ناخواستہ وہاں سے چلا آیا۔ ان چند لمحوں میں وہ شیلا سے انسیت محسوس کرنے لگا تھا لیکن اسے پسند یا محض جنس کی قربت کی خواہش نہیں کہا جا سکتا تھا۔ شیلا اس کے نامعلوم احساسات کو اچھی لگی تھی۔ صبح روانگی سے پہلے اس نے پٹی تبدیل کرا دی تو تبدیل کرنے والی نرس نے زخم دیکھ کر کہہ دیا تھا۔ ''اب اس کی ضرورت نہیں پڑے گی کیپٹن!''

مگر زمان خان اس کے باوجود شیلا سے ملنے کی امید میں میڈیکل ٹینٹ میں جا پہنچا تھا۔ حسبِ توقع شیلا ڈیوٹی پر تھی اور باقی نرسیں میجر پارکر کے خیمے میں تھیں۔ اس قسم کی محفلوں میں کیپٹن جونز اور بعض گورے لیفٹیننٹ بھی شریک ہوتے تھے لیکن کبھی بھی زمان خان یا کسی دوسرے سفید فام کو میجر نے دعوت نہیں دی تھی۔ شیلا نے پٹی اتار کر زخم دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

''کیپٹن! میرا خیال ہے تمہیں صبح ہی بتا دیا ہوگا کہ اب پٹی کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بتایا تو تھا۔'' زمان نے اعتراف کیا۔ ''لیکن میں نے سوچا ایک بار اور پٹی کرا لینے میں کیا حرج ہے؟''

''ضرورت نہیں ہے۔ زخم خشک ہو چکا ہے۔'' شیلا نے بتایا۔ ''اب مزید ضرورت نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ پھر میں تم سے ملنے اور کس بہانے سے آؤں؟'' وہ سادگی سے بولا تو شیلا شرما گئی۔

''میں آٹھ بجے ڈیوٹی پر آتی ہوں۔ اس سے پہلے آف ہوتی ہوں۔''

''یعنی سفر میں ملاقات ہو سکتی ہے۔''

''یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ ہم نرسز جس ڈین میں سفر کرتی ہیں اس میں کوئی اور نہیں آ سکتا ہے۔''

''تم میجر پارکر کی محفل میں نہیں جاتیں؟'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

وہ دوا کے ڈبے رکھنے لگی۔ ''مجھے شوق نہیں ہے۔ شراب میں پیتی نہیں۔'' اس نے کچھ دیر بعد جواب دیا۔ حالانکہ میجر نے کئی بار دعوت دی۔''

''میجر ایسے کسی شخص کو پسند نہیں کرتا جو اس کی کسی بات کو رد کر دے۔''

''میں نے کب کہا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔'' شیلا دھیمے لہجے میں بولی۔ ''ڈونٹ مائنڈ کیپٹن! مجھے کام کرنا ہے۔''

''اوہ! کیوں نہیں۔'' زمان گڑبڑا کر اٹھ گیا۔

چوتھے دن وہ ایک مستقر پر رکے تھے۔ وہاں سے پانی اور ایندھن کا ذخیرہ لے کر آگے روانہ ہوئے تھے۔ چھٹے دن وہ لیبیا کے اندرون صحرا میں محوِ سفر تھے۔ طرابلس شمال مغرب میں بارہ سو میل کے فاصلے پر تھا اور یہ علاقہ جرمنوں سے بھرا پڑا تھا۔ زمان نے ایک بار پھر میجر پارکر سے اصرار کیا تھا کہ کم سے کم قافلے کی فارمیشن ہی بدل دے مگر میجر نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اس کی تجویز اڑا دی تھی۔ چھٹے روز بھی وہ اسی انداز میں محوِ سفر تھے۔ انہیں لیبیا اور چاڈ کی

سرحد کے پاس ایک جگہ پہنچا تھا اور ابھی مزید چار دن کا سفر باقی تھا۔ برطانوی فوج وہاں پر جرمن اور اطالوی فوج سے نبرد آزما تھی جو وسطی افریقہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ جرمنی کو جنگ جاری رکھنے کے لیے جن وسائل کی ضرورت تھی وہ وسطی افریقہ میں کثرت سے موجود تھے۔ اگرچہ اتحادیوں کی تمام تر توجہ نہر سوئز کو بچانے پر مرکوز تھی مگر وہ جرمنوں کو نئے وسائل حاصل کر کے جنگ میں تیزی لانے کی اجازت دینے کو تیار نہیں تھے۔

روانگی کے دو گھنٹے بعد ہی جرمن طیارے نازل ہو گئے تھے اور جب پندرہ منٹ بعد اپنا ایک ساتھی گنوا کے واپس گئے تو پیچھے صرف آگ و خون رہ گیا تھا۔ میجر پارکر ٹینک کے ریڈیو سے ہیڈ کوارٹر رابطہ کر کے مدد حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس پر لعنت بھیج کر زمان خان تباہی کا اندازہ لگانے لگا بلکہ یہ دیکھنے لگا کہ بچا کیا کیا ہے۔ صرف دو شرمن ٹینک سلامت بچے تھے۔ بارہ بڑے ٹرکوں میں صرف ایک سلامت نظر آ رہا تھا۔ چھوٹے ٹرکوں میں سے بھی بیشتر تباہ ہو چکے تھے۔ کمپنی کی سب اہم گاڑی یعنی کمیونیکیشن وین بھی تباہ ہو چکی تھی۔ اب صرف چند چھوٹے ریڈیوز سے تھے جو ٹینکوں اور بعض دوسری گاڑیوں پر لگے تھے لیکن یہ طویل فاصلے تک کام نہیں کرتے تھے۔ زمان خان نے پانی کے ٹینکرز دیکھے وہ بھی تباہ ہو چکے تھے۔ ایندھن کے ٹینکرز جلتی نشانہ بن چکے تھے۔ ان سے اٹھنے والے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ زمان نرسوں والی وین تلاش کر رہا تھا۔ وہ قافلے کے درمیانی حصے میں تھی۔ اسے زندہ اور سلامت افراد کم نظر آ رہے تھے۔ بیشتر مر چکے تھے یا زخمی تھے۔ آخر اسے وین نظر آ گئی لیکن اس حالت میں کہ اس کا اوپری حصہ بم سے اُڑ گیا تھا اور وہ پہلو کے بل گری ہوئی تھی۔ زمان کا دل رک سا گیا۔ نرم و نازک اور حسین شیلا کا وجود اس وین کی طرح شکستہ اور بکھرا ہوا ہوگا۔ یہ سوچ کر اسے جھرجھری آ گئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے وین میں جھانکا لیکن اندر کوئی نہیں تھا۔ نہ تو لاش اور نہ کوئی زندہ آدمی۔ شاید نرسیں بم گرنے سے پہلے وین سے نکل گئی تھیں۔ زمان کے دل میں امید جاگ اٹھی۔ وہ دیوانہ وار شیلا کو تلاش کرنے لگا۔ ایک ایک سے نرسوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اسے نہ اپنے عہدے کا خیال تھا اور نہ یہ خیال کہ اس تباہی کے بعد بچنے والوں کو نہ اپنا ہوش تھا اور نہ نرسوں کا۔ کسی نے نرسوں کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود شیلا کو پکارنے لگا۔

''کیپٹن!'' اچانک اسے شیلا کی آواز آئی اور پھر وہ آ کر زمان سے لپٹ گئی۔ وہ رو اور کانپ رہی تھی۔ ''خدا کا شکر ہے تم محفوظ ہو۔''

زمان کو جتنی خوشی اسے صحیح سلامت دیکھ کر ہوئی تھی اتنی ہی خوشی اس کے الفاظ سن کر ہوئی۔ وہ اس کے بچنے پر خدا کا شکر ادا کر رہی تھی۔ ''تمہاری ساتھی کیسی ہیں؟''

''صرف ہلڈا بچی ہے۔'' وہ رونے لگی۔ ''ڈاکٹر بھی مارے جا چکے ہیں۔ بس ہم دو ہی زخمیوں کو دیکھ رہے ہیں۔''

زمان ان کی مدد کرنے لگا۔ بچنے والے زخمیوں کو ایک جگہ لا رہے تھے۔ شیلا اور ہلڈا ان کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کے علاوہ چند اور افراد تھے جنہوں نے فرسٹ ایڈ کورسز کر رکھے تھے اور خود بھی بچ گئے تھے۔ زخمیوں کو ریت پر بستر اور چادروں پر لٹایا جا رہا تھا۔ ان میں سے بیشتر شدید زخمی تھے۔ انہیں گولیوں اور بموں کے ٹکڑے لگنے سے زخم آئے تھے۔ زخمیوں میں سے نصف جھلسے ہوئے بھی تھے۔ زخمیوں کے علاج کے لیے کچھ نہیں تھا۔ بمباری نے ادویات والی گاڑی بھی تباہ کر دی تھی۔ چند میڈیکل فرسٹ ایڈ باکس تھے لیکن ان سے صرف معمولی زخموں کا علاج ممکن تھا۔ بیس ایم ایم کی خوفناک گولیاں اور بموں کے ٹکڑے لگنے سے زخمی ہونے والوں کا علاج نہیں کیا جا سکتا تھا پھر بھی شیلا اور ہلڈا ہر ممکن کوشش کر رہی تھیں۔

زمان خان نقصان کا جائزہ لینے لگا۔ ہزار میں سے بمشکل دو سو افراد زندہ بچے تھے۔ ان میں سے بھی صحیح سالم افراد کی تعداد سو سے بھی کم تھی۔ سو سے اوپر زخمیوں میں سے بیشتر اتنے زخمی تھے کہ انہیں فوری طور پر طبی امداد نہ ملتی تو ان کے موت کے منہ میں جانے کا قوی امکان تھا۔ زمان سمجھتا تھا' موت ان کا مقدر بن چکی ہے۔ کسی بھی جگہ سے ہزاروں میل کے فاصلے پر اس صحرا میں کہیں سے بھی مدد آنے اور جلد آنے کا قطعی امکان نہیں تھا۔ اگر میجر پارکر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کر بھی لیتا تب بھی فوری مدد آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ زخمی اتنی دیر میں مر جاتے۔ ان کے زخم بگڑ جاتے یا خون بہہ جاتا۔

زمان خان ٹینک کی طرف لپکا۔ میجر پارکر ستا چہرہ لیے باہر کھڑا تھا۔ وہ خالی آنکھوں سے چاروں طرف پھیلی تباہی کو دیکھ رہا تھا۔

''میجر! رابطہ ہوا؟''

میجر پارکر نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ٹینک کا ریڈیو اس قابل نہیں ہے کہ ہیڈ کوارٹر سے رابطہ ہو سکے۔''

''کمیونیکیشن وین بھی تباہ ہو چکی ہے۔''

''یسوع۔'' میجر پارکر کراہا۔

''آٹھ ٹینک، سارے بڑے ٹرک اور بیشتر چھوٹی گاڑیاں بمباری میں تباہ ہو چکی ہیں۔''

''کیپٹن! مجھے بتاؤ کہ بچا کیا ہے؟'' میجر پارکر نے غرا کر پوچھا۔

زمان خان نے سرسراتے لہجے اور سپاٹ آواز میں اسے بچ جانے والی چیزوں اور انسانوں کے بارے میں بتایا۔ یہ جان کر میجر پارکر کی حالت مزید خراب ہو گئی تھی کہ پانی اور ایندھن کا ذخیرہ تباہ ہو چکا تھا۔ صحرا میں ان کے بغیر سفر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لوگ رفتہ رفتہ ان کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ ان کے چہروں پر سوال تھا کہ اب کیا ہوگا؟ میجر نے سب سے پہلے انہیں بچ جانے والی گاڑیاں اور سامان جلتے ملبے سے نکالنے کا حکم دیا کہ مزید کسی چیز کو نقصان نہ ہو۔

''سر! ان لاشوں کا کیا ہوگا؟'' زمان خان نے چاروں طرف بکھری لاشوں کی طرف اشارہ کیا۔

''انہیں دفن کرنا ہوگا۔ ہم انہیں ایسے ہی چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔''

زمان نے چالیس افراد کا ایک گروپ لے کر انہیں قبریں کھودنے پر لگا دیا۔ قبریں کیا بس ایک لمبی سی چھ فٹ چوڑی اور تین فٹ گہری قبر بنائی جانے لگی۔ جیسے جیسے قبر کی کھدائی ہو رہی تھی لاشوں کو لا کر ان میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈالا جا رہی تھی۔ ریت کھودنا آسان تھا اس لیے چار گھنٹے میں وہ اس کام سے فارغ ہو گئے اور ان چار گھنٹوں میں مرنے والوں کی تعداد میں تقریباً چالیس افراد کا اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ سب شدید زخمی تھے۔

سہ پہر چار بجے تک تباہ شدہ قافلے سے گاڑیاں، اسلحہ اور رسد کا بچا کھچا سامان نکال لیا گیا تھا۔ واحد بڑا ٹرک جو بچ گیا تھا اس پر راشن لاد دیا گیا تھا۔ پانی محض اتنا تھا کہ کل صبح تک چل سکتا تھا۔ اس کے بعد صحرا کی خوفناک گرمی میں وہ کس طرح گزارا کرتے' یہ سوال ہر ایک کے ذہن میں تھا۔ تباہ شدہ واٹر ٹینکر کے نچلے حصے میں سوراخ کر کے بچا کھچا پانی حاصل کر لیا گیا تھا جو مشکل سے دس بارہ گیلن تھے۔ اتنے پانی کے ساتھ وہ کوشش کرتے تو دو دن سفر کر سکتے تھے۔ اس کے بعد وہ اس اتحادی فوج تک پہنچ جاتے جس کی مدد کے لیے انہیں روانہ کیا گیا تھا۔ حالات نے پلٹا کھایا۔ وہ جن کی مدد کے لیے جا رہے تھے' اب ان کی مدد کے طلب گار تھے۔

''سر! میرا خیال ہے ہمیں رکے بغیر روانہ ہو جانا چاہیے۔'' زمان نے مشورہ دیا۔ ''رات بھر میں ہم خاصا سفر طے کر سکتے ہیں اور کل دن میں آرام کر سکتے ہیں۔ میں نے سنا ہے صحرا میں سفر کرنے والے ایسا ہی کرتے ہیں۔''

میجر پارکر نے سر ہلایا۔ ''اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ جلد از جلد اپنی فوج سے جا ملیں ورنہ.....''

''سر! ہمیں تمام گاڑیاں لے جانے کے بجائے صرف اتنی گاڑیاں لے جانی چاہئیں جتنی ضرورت ہو۔ فاضل پیٹرول ہم ذخیرہ کر کے لے جا سکتے ہیں۔''

تباہی نے میجر پارکر کے ہوش ٹھکانے لگا دیے تھے اس لیے وہ زمان خان کا ہر مشورہ مان رہا تھا۔ تقریباً تمیں شدید زخمیوں کو دو ٹرکوں پر سوار کر دیا گیا تھا۔ معمولی زخمی اور باقی افراد تین ٹرکوں پر سوار تھے۔ ایک ٹرک اور ایک جیپ چھوڑ دی گئی تھی۔ بعض بڑے ٹرکوں کے ایندھن کے ذخیرے محفوظ تھے۔ ان کا تیل نکال لیا گیا۔ جن شرمن ٹینکوں کے ڈیزل کے ڈرم محفوظ تھے انہیں بھی اتار لیا گیا تھا۔ یہ راستے میں کام آتے۔ شام ڈھلنے تک انہوں نے آرام کیا تھا۔ سب ہی بے حد تھکے ہوئے تھے خاص طور پر شیلا اور ہلڈا سب سے زیادہ محنت کرنے کی وجہ سے ٹرک کے تپتے فرش پر ہی بے خبر سو گئی تھیں۔ جیسے ہی سورج مغربی اُفق پر جھکا وہ آگے چل پڑے۔ میجر پارکر اور زمان خان ایک ہی جیپ میں تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ زمان نے سنبھال رکھی تھی۔ کمیونیکیشن وین تباہ ہونے سے وہ سب سے کٹ گئے تھے۔ مدد کے لیے پیغام بھیجنا ممکن نہیں رہا تھا۔ بس یہی امید تھی کہ پانی ختم ہونے سے پہلے وہ اپنی فوج سے جا ملیں۔ سفر کے دوران ان کی پُرامید نظریں آسمان پر تھیں کہ شاید اتحادی فوج کا کوئی جہاز گزرے اور وہ اسے مدد کے لیے اشارہ دے سکیں مگر یہاں پر کوئی ایسا محاذ نہیں تھا جس پر اتحادی طیارے حملہ کرتے۔ شمالی افریقہ پر حملہ کرنے والے طیارے جبرالٹر سے پرواز کرتے تھے اور ان کی حد زیادہ سے زیادہ طرابلس یا بن غازی تک تھی۔ اندرون افریقہ حملہ کرنے کی اہلیت نہیں تھی۔ مصر سے جو طیارے اُڑتے تھے' وہ بھی زیادہ سے زیادہ جرمنوں کی پیش قدمی کرنے والے دستوں پر بمباری کرتے' انہیں روکنے کی کوشش کرتے تھے۔

رات بھر وہ تیز، فراری سے سفر کرتے رہے۔ صحرا کی ریت پر گاڑیوں کی رفتار سست تھی۔ پھر انہیں ریت کے ٹیلوں اور پھسلتی ریت کی وادیوں سے گزر کر گزرنا پڑتا تھا۔ صبح سورج طلوع ہونے اور گرمی کے آغاز تک انہوں نے سفر جاری رکھا تھا۔ ان کے پاس چند خیمے بچے تھے جو نرسوں اور افسران کے لیے لگا دیے گئے تھے۔ باقی جوانوں کو ٹرکوں میں

ہی آرام کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ راستے میں وہ صرف اس وقت رکتے تھے جب کوئی زخمی دم توڑ جاتا تھا۔ صبح تک وہ درجن بھر مرنے والے زخمی دفنا چکے تھے۔ ناشتا کر کے سب ہی مردوں کی طرح پڑ گئے تھے البتہ شیلا اور ہلڈا جو سفر کے دوران ہی آرام کر چکی تھیں' ایک خیمے میں زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں۔ زمان خان بھی ناشتا کر کے خیمے میں سو گیا تھا۔ شدید گرمی کے عالم میں چھاؤں میں سونا بھی آسان نہیں تھا لیکن اسے پھر بھی نیند آ گئی۔ شام کے قریب اس کی آنکھ کھلی۔ باہر خاصی چہل پہل تھی۔ کھانا بن رہا تھا اور ایک طرف چند افریقی جوان زمین کھود رہے تھے۔ زمان خان نے گہری سانس لی۔ شاید چند زخمی اور چل بسے تھے۔ وہ ان کے لیے کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ شیلا روتی آنکھوں کے ساتھ خیمے کے باہر ایک پیٹی پر بیٹھی تھی۔ زمان خاموشی سے اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''چھ زخمی اور مر چکے ہیں۔'' شیلا نے اسے آہستہ سے بتایا۔

''ان کا یہی مقدر ہے۔'' زمان کے لہجے میں تلخی تھی۔ ''یورپ کے سیاسی خدا بے دریغ اپنے مفادات کی جنگ پر ان نوجوانوں کو قربان کر رہے ہیں جن کی کالج جانے اور ہنسنے کھیلنے کی عمریں ہیں۔ یہ اپنے وطن سے دور نا معلوم قبروں میں دفن ہوتے جا رہے ہیں۔''

''جنگ نازیوں نے مسلط کی ہے۔'' شیلا مدافعانہ لہجے میں بولی۔

''تیسری دنیا کی بندر بانٹ میں جب ایک طاقتور ملک کو اس کا حصہ نہیں ملے گا' وہ تو جنگ ہی کرے گا۔''

''میں نے کہا نا یہ سیاسی ناخداؤں کی جنگ ہے جس میں عوام مارے جا رہے ہیں۔''

''شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو کیپٹن! لیکن سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا؟''

''دو ہی باتیں ممکن ہیں۔ یا تو ہم بھی اس صحرا میں دفن ہو جائیں یا شاید بچ کر نکل جائیں۔''

''کیپٹن! تم زیادہ ہی مایوس ہو رہے ہو۔'' شیلا نے اس کی طرف دیکھا۔

''تم مجھے حقیقت پسند بھی کہہ سکتی ہو۔'' زمان نے نرمی سے کہا تھا۔

''کافی پیو گے؟''

''لاؤ۔ شاید اس کی گرمی اس گرمی کو مار دے۔''

''کولڈ کافی ہے۔ میرے پاس ایسی کافی بھی ہے جو سادہ پانی میں گھل کر تیار ہو جاتی ہے۔'' شیلا نے کہا اور اپنے خیمے میں جا کر کافی کے دو مگ تیار کر کے لے آئی۔ چھ بج رہے تھے۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا مگر صحرا کی تپش میں خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ رسد والے ٹرک کے سائے میں وہ ریت پر بیٹھ گئے۔ ''اب صرف بیس زخمی ہیں۔ ان کو اگر کل تک مدد نہ ملی تو ان کی جانوں کو بھی خطرہ ہو جائے گا۔ باقی معمولی زخمی ہیں۔ ان کے زخم ٹھیک ہو رہے ہیں۔''

''یعنی ہمارے پاس ایک سو بارہ افراد ہیں۔''

''پتا نہیں لیکن جب پوری کمپنی مسلح ہونے کے باوجود فضائی حملے میں ڈھیر ہو گئی تو یہ ایک سو بارہ افراد دشمن کے خلاف کیا کر سکیں گے۔''

''بے بی! جنگ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بعض اوقات چند افراد وہ کر جاتے ہیں جو پوری کمپنی اور بریگیڈ نہیں کر پاتے ہیں۔''

''زمان! کیا تمہیں اپنے گھر والے یاد آتے ہیں؟''

''بہت..... میری ماں، بابا، میرے والد، بھائی، میری چھوٹی بہنیں سب یاد آتے ہیں۔''

''اور بیوی..... وہ یاد نہیں آتی؟''

''نہیں۔'' زمان نے نفی میں سر ہلایا۔

''سچ مچ! کیا تمہیں اس سے محبت نہیں ہے؟''

''نہیں، کیونکہ وہ ابھی آئی نہیں ہے۔''

شیلا کے چہرے کا رنگ بحال ہو گیا۔ وہ دل سے ہنسی تھی۔ ''تو یوں کہو نا کہ تمہاری ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ کیا تم لوگ شادی صرف اپنے لوگوں میں کرتے ہو؟''

''ہاں۔'' زمان نے صاف گوئی سے کہا۔ ''بلکہ ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادی کرنے کا رواج بھی کم ہے۔ قبیلے سے باہر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''اچھا۔'' شیلا بجھ گئی' پھر اس نے کہا۔ ''کھانا کھا لو۔ کچھ دیر میں روانہ ہونا ہے۔''

زمان نے اپنا کھانا لیا اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے لگا۔ اس دوران میں روانگی کی تیاری ہو رہی تھی۔ میجر پارکر نے اسے طلب کیا تھا۔ وہ اس کے پاس پہنچا۔ ''یس سر!'' اس نے سیلیوٹ کیا۔

''کیپٹن! ہمارے پاس پانی کی پوزیشن خطرناک ہے۔ مشکل سے صبح تک چل سکے گا۔ اس کے بعد سارا دن بغیر پانی کے سفر کرنا ہوگا۔ ہمارے ساتھی افریقی دستوں کے سربراہ لیفٹیننٹ کالنگا کا کہنا ہے کہ ہمیں میدان جنگ تک پہنچنے کے بجائے جنوب میں واقع ایک پرانی برطانوی فوجی چوکی تک

پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وہاں سے ہمیں پانی مل سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم اپنا سفر جاری رکھ سکتے ہیں۔''

''چوکی یہاں سے کتنی دور ہے؟''

''کوئی ساڑھے سات سو میل جبکہ ہماری منزل ابھی بارہ سو میل کے فاصلے پر ہے۔''

''یعنی ہم کسی صورت پرسوں صبح سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکتے۔'' زمان نے سوچ کر کہا۔

''چوکی تک جانے کے لیے بیس گھنٹے درکار ہیں یعنی ہم وہاں کل چار بجے تک پہنچ سکتے ہیں۔''

زمان نے کالنگا کو بلایا۔ اس کا تعلق زائر سے تھا لیکن اس کا قبیلہ چاڈ اور لیبیا کی سرحد تک پھیلا تھا اور وہ اس سارے علاقے سے اچھی طرح واقف تھا۔

''لیفٹیننٹ! کیا تم چوکی کے محل وقوع سے واقف ہو؟'' زمان نے سرد لہجے میں پوچھا۔ ''صحرا میں غلطی کی سزا جانتے ہو؟''

''موت۔'' کالنگا نے جواب دیا۔ وہ ساڑھے چھ فٹ قامت کا تنومند جوان تھا۔ ''لیکن میں اس سارے صحرا کے ایک ایک حصے سے واقف ہوں۔ میں آنکھ بند کر کے بھی آپ کو اس چوکی تک لے جا سکتا ہوں۔ تین سال پہلے میں پورے ایک برس تک وہاں رہا تھا۔''

''اب اس چوکی کی کیا پوزیشن ہے؟'' میجر پارکر نے پوچھا۔ ''دشمن کے بارے میں بریفنگ میں اس چوکی کا کوئی ذکر نہیں تھا۔''

''جناب! یہ چوکی چاڈ کے باغی قبائل پر نظر رکھنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ اسے برقرار رکھا گیا ہے یا نہیں لیکن ایک بات میں یقینی طور پر جانتا ہوں۔ اس چوکی سے ہمیں پانی مل جائے گا۔''

میجر پارکر نے زمان اور جونز کی طرف دیکھا۔ ''تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟''

غالباً میجر اپنے فیصلے سے چوکی کا رُخ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مشن پلان میں تبدیلی کی ذمے داری اس پر عائد ہوتی تھی۔ زمان نے سر ہلایا۔

''میرا خیال ہے ہمیں پہلے چوکی کی طرف جانا چاہیے۔''

''سر! ہمارے پاس اتنا ایندھن نہیں ہے۔'' کیپٹن جونز نے اعتراض کیا۔

''سر! اصل مسئلہ پانی کا ہے۔'' زمان نے کہا۔ ''پانی مل جانے سے ان بیس افراد کی جان بچ سکتی ہے جو شدید زخمی ہیں۔ ممکن ہے چوکی سے ان کے علاج کے لیے کچھ مل جائے۔''

میجر پارکر نے کیپٹن جونز کے اعتراض کو رد کرتے ہوئے چوکی کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔ چوکی سطح سمندر سے کوئی ڈھائی ہزار فٹ کی بلندی پر تھی۔ جیسے جیسے وہ سمندر سے دور جا رہے تھے دن میں گرمی اور رات میں ٹھنڈ بڑھ رہی تھی۔ بحیرۂ روم کی معتدل آب و ہوا دور رہ گئی تھی۔ خشک اور بغیر صحرائی آب و ہوا حاوی آ چکی تھی۔ نقشے کے مطابق وہ اس وقت ساحل سے کوئی بارہ سو میل کے فاصلے پر تھے۔ قافلہ سورج ڈوبتے ہی چل پڑا تھا۔ سردیوں کا موسم ہونے کی وجہ سے دن چھوٹا ہو رہا تھا اور رات بڑی تھی۔ سورج ساڑھے چھ بجے کے قریب غروب ہو کر کوئی ساڑھے سات بجے طلوع ہوتا تھا۔ رات نو بجے تک سردی اتنی ہو چکی تھی کہ انہیں گرم جرسیاں نکال کر پہننی پڑی تھیں۔ تھرمامیٹر درجۂ حرارت دس درجہ سینٹی گریڈ بتا رہا تھا جبکہ دن میں درجۂ حرارت اڑتالیس درجہ سینٹی گریڈ تھا۔ فرق حیران کن تھا۔ زخمیوں کو سردی سے بچانے کے لیے کمبل اڑھا دیئے گئے تھے۔ اس رات بھی دو زخمی مزید دم توڑ گئے تھے۔ میجر پارکر کی ہدایت پر ہر ممکن تیز رفتاری سے سفر کیا جاتا رہا مگر راستے میں دو بار ٹائر پنکچر ہونے اور ایک بار زخمیوں کی تدفین کی وجہ سے ڈیڑھ گھنٹا ضائع ہوا تھا پھر ریت پر سفر کرنے سے رفتار پہلے ہی سست تھی۔ جب انہوں نے صبح دس بجے پڑاؤ ڈالا تو اس وقت تک پانچ سو میل کا فاصلہ طے کیا تھا اور ابھی ڈھائی سو میل کا فاصلہ باقی تھا۔ میجر نے اعلان کیا کہ وہ بارہ بجے دوبارہ روانہ ہوں گے تاکہ شام سے پہلے چوکی تک پہنچ سکیں۔ پانی تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ صرف زخمیوں کے لیے تھوڑا پانی تھا تاکہ وہ پانی کی کمی سے مر نہ جائیں۔ ان کے علاوہ سب پیاسے تھے۔ خود زمان نے صبح سات بجے اپنی چھاگل میں موجود پانی کا آخری قطرہ حلق سے اتارا تھا اور جب سورج بلند ہوا تو حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے تھے۔ آرام کے وقفے میں سب خاموش تھے۔ ان کے ذہنوں میں پانی کی سوچ تھی۔ اگر وہ لیفٹیننٹ کالنگا کی مفروضہ چوکی تک نہ پہنچ سکے تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ پانی ان کی زندگی کا سوال بن گیا تھا۔ اگر جواب نفی میں آیا تو آگے سوائے دردناک موت کے کچھ نہیں تھا۔ زمان نرسوں والے ٹرک کے پاس آیا۔ شیلا زخمیوں کو دیکھ رہی تھی۔ حتی الامکان ان کے زخموں کو صاف کر رہی تھی۔ ہلڈا خود بھی حوصلہ ہار کر ایک طرف نڈھال پڑی تھی۔ زمان نے مسکرا کر شیلا کو حوصلہ دیا۔

''کیپٹن! کیا تمہیں یقین ہے کہ ہم شام تک پانی والی جگہ پہنچ جائیں گے؟''

''نہیں، لیکن اتنا یقین ضرور ہے جب خدا نے ہمیں جرمنوں کی بمباری سے بچایا ہے تو وہ آگے بھی ہمیں محفوظ رکھے گا۔''

''ان زخمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی جان ہار گئے۔'' شیلا تلخی سے بولی۔ ''کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موت ہمارا مقدر بھی بنے گی۔''

''اتنا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کالنگا اس علاقے سے اچھی طرح واقف ہے۔ ہمارے پاس نقشے اور کمپاس ہیں۔ ہم درست راستے پر جا رہے ہیں۔ اگلے چھ گھنٹے کے سفر میں ہم چوکی تک رسائی حاصل کریں گے اور وہاں میٹھے پانی کا کنواں ہے۔''

''پتا نہیں میرا دل کہہ رہا ہے کہ کم سے کم میں اس صحرا سے زندہ واپس نہیں جا سکوں گی۔'' شیلا کے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''میرے مقدر میں یہیں دفن ہونا ہے۔''

''مستقبل انسان کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اس کے مقدر میں کیا ہے یہ صرف اوپر والا جانتا ہے۔ انسان کو کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ نے اس کے لیے کہاں کامیابی رکھی ہے' یہ وہ نہیں جانتا۔''

''تم مسلمان خدا پر بہت بھروسا کرتے ہو۔'' شیلا بولی۔ ''میرے پاپا کے فارم میں انڈونیشیا سے آئے ہوئے مزدور کام کرتے ہیں۔ اتنے صابر اور اپنی قسمت پر بھروسے کرنے والے لوگ میں نے نہیں دیکھے۔ ان میں سے ایک شخص کی حادثے میں دونوں آنکھیں ضائع ہو گئیں لیکن وہ ہمارے فارم پر ایسے کام کرتا ہے جیسے آنکھ والے دوسرے مزدور کرتے ہیں۔''

''ہاں اسے تم تربیت کا اثر بھی کہہ سکتی ہو۔ ہم مسلمانوں کو بچپن سے اللہ سے روشناس کرایا جاتا ہے اور جب ہم عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو خدا ہماری زندگی کے ایک لازمی اور ناقابل جدا حصہ بن چکا ہوتا ہے۔''

شیلا نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔ ''میں نے خدا کو کبھی اس طرح محسوس نہیں کیا حالانکہ میں بچپن سے مشن اسکول میں رہی ہوں۔ اب بھی میں ایک مشنری ادارے سے وابستہ ہوں۔''

زمان خان مذہب پر بحث نہیں کرتا تھا اس لیے وہ شیلا سے نہیں کہہ سکا کہ تم لوگ خدا کو اس وجہ سے محسوس نہیں کرتے ہو کیونکہ تم نے اس کی شخصیت کو دھندلا دیا ہے۔

''شیلا! یہ تمہارے احساسات کا دھوکا ہے۔ یہ بتاؤ کہ جب تم پر کوئی ناگہانی آفت آتی ہے تو تم بے ساختہ کسے پکارتی ہو؟''

''خدا کو۔'' شیلا حیران ہوئی۔ ''تم صحیح کہہ رہے ہو۔ یہ شعور کا دھوکا ہے۔ لاشعوری طور پر خدا ہمارے اندر بھی بسا ہوا ہے۔''

''شیلا! تم اسے پکار کر دیکھو۔ وہ تمہاری ضرور سنے گا۔''

''میں اس سے جو مانگوں گی ملے گا؟'' شیلا نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''کسی نہ کسی صورت میں ضرور ملے گا۔'' زمان نے یقین سے کہا۔

بارہ بجے وہ دوبارہ چل پڑے تھے۔ درجۂ حرارت اس وقت بھی پینتالیس درجے سینٹی گریڈ تھا اور عقب سے ہوا کے تیز جھونکے مٹی اڑا رہے تھے۔ گزشتہ دن کی نسبت آج گرمی کی شدت کم تھی۔ دن میں سفر کرنے سے رفتار تیز ہو جاتی تھی کیونکہ رات کو منظر اتنا واضح نہیں ہوتا تھا اور رفتار سست رکھنی پڑتی تھی۔ ہموار جگہوں پر رفتار ساٹھ میل فی گھنٹا تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ تین بجے کے قریب ہلکا سا طوفان آیا۔ مٹی اتنی شدت سے اڑی کہ چند گز آگے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجبوراً سفر روکنا پڑا۔ نصف گھنٹے بعد جب طوفان گزر گیا تو وہ آگے روانہ ہوئے۔ شام چھ بجے تک دو سو میل سے زائد کا فاصلہ طے کر چکے تھے اور اب چوکی پچاس میل کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔ پیاس سے سب کا برا حال تھا مگر یہ امید بھی تھی کہ اب پانی زیادہ فاصلے پر نہیں رہا' جب سورج کی روشنی مغربی اُفق سے تقریباً معدوم ہو چکی تب انہیں چوکی نظر آ گئی۔ یہ کسی قدر بلند... بھی اور شاید اسی وجہ سے اسے چوکی کے طور پر منتخب کیا گیا تھا کہ اس سے چاروں طرف نظر رکھی جا سکتی۔ ریت نے چوکی کے گرد جا بجا کوہان نما ٹیلے بنا دیے تھے۔

''اس کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔'' کالنگا نے فصیل کی طرف اشارہ کیا۔

وہ گھوم کر چوکی کی فصیل کے مین گیٹ کی طرف جانے لگے۔ مین گیٹ کیا بس ایک خلا تھا۔ اس کے دونوں طرف کوئی میٹر بھر موٹی اور دو میٹر اونچی کچی مٹی سے بنی دیوار تھی جس نے پوری چوکی کا احاطہ کر رکھا تھا۔ یہ احاطہ کوئی چار پانچ ایکڑ کے رقبے پر پھیلا تھا۔ اس کے وسط میں چوکی کی عمارتیں تھیں۔ احاطے کی حالت بتا رہی تھی کہ چوکی برسوں سے ویران پڑی ہے۔ احاطے میں بھی ریت کے کوہان نما ٹیلے بن گئے۔ عمارتیں خستہ حال اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھیں۔ انہیں

مٹی کے گارے اور پتھروں کی مدد سے تعمیر کیا گیا تھا۔ گاڑیوں کی روشنی میں عمارتوں کی ویرانی بھی صاف نظر آرہی تھی۔ نہ کوئی سامان تھا اور نہ ہی کوئی ذی روح تھا۔ فوجی ٹارچیں لے کر چوکی میں پھیل گئے تھے۔ میجر پار کرنے گاڑیاں عقبی حصے میں لے جانے کا حکم دیا۔ ایک عمارت کو صاف اور محفوظ پا کر وہاں زخمیوں کو منتقل کیا جانے لگا۔ زمان کی نظریں اس کنوئیں کی کھوج میں تھیں جہاں سے انہیں میٹھا پانی مل سکتا تھا۔ اس نے کالنگا کا بازو پکڑا۔

''کنواں کہاں ہے؟''

کالنگا نے چاروں طرف دیکھا اور بولا۔ ''مجھے یاد ہے وہ چوکی کے شمال میں تھا۔''

کالنگا طاقتور ٹارچ کی روشنی میں کنوئیں کا سراغ لگانے لگا مگر وہاں سوائے ریت کے اور کچھ نہیں تھا بقول کالنگا کے کنواں تھا۔ خاصی دیر بعد بھی وہ کنوئیں کا سراغ نہیں لگا سکے تھے۔ زمان کا خیال تھا کہ کنواں ریت تلے چھپ گیا تھا۔ میجر پار کران کی طرف آیا۔

''کنواں کہاں ہے؟ کیا فوج جاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لے گئی تھی؟''

''سر! میرا خیال ہے وہ ریت کے نیچے چھپ گیا ہے۔'' کالنگا نے کہا اور اپنی رائفل کی سنگین اتار کر ایک ڈنڈے کے سرے پر باندھ کر سنگین ریت میں مار مار کر کنواں تلاش کرنے لگا۔ میجر پار کر غرایا۔

''اس طرح کنوئیں کا پتا چلے گا۔ اس میں ریت بھر چکی ہوگی۔''

''ایک فوجی اصول ہے۔ جب کوئی جگہ چھوڑو تو ہر شے تباہ کر دو سوائے پانی کے ذریعے کے۔'' کالنگا نے نرمی سے کہا۔ ''برطانوی فوجی بھی اسی اصول پر عمل کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کنوئیں کو محفوظ بنا کر گئے ہوں گے۔''

اسی لمحے اس کی سنگین کسی ٹھوس شے سے ٹکرائی۔ کالنگا نے ایک افریقی کو اشارہ کیا اور وہ بیلچے سے ریت ہٹانے لگا۔ ایک فٹ کے بعد ایک تختہ نکلا تھا۔ سب تیزی سے پیچھے ہٹ گئے۔ سب کنوئیں کے اوپر کھڑے تھے۔ بیلچے سے ریت ہٹائی جاتی رہی اور کنوئیں کا دہانہ واضح ہوتا چلا گیا۔ کنواں تقریباً ایک گز قطر کا تھا۔ اس کی پتھروں سے بنی منڈیر تھی جس پر لکڑی کے مضبوط تخت رکھ کر کنوئیں کو مٹی سے محفوظ کر دیا گیا تھا۔ اوپر رکھے پتھر ہٹا کر تختوں کو ایک طرف کر کے کالنگا نے اندر سرچ لائٹ کی روشنی پھینکی تو بے تابی سے کئی سر کنوئیں پر جھک آئے۔ سرچ لائٹ کی روشنی تہ تک جا رہی تھی اور وہاں سوائے سفید چمکتی ریت کے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ ان کے منہ سے مایوسی بھری آوازیں نکل گئیں۔

''یہاں تو پانی نہیں ہے۔'' میجر پار کر نے کہا۔

''ایک منٹ سب چپ ہو جائیں۔'' کالنگا نے کہا اور کان لگا کر سننے لگا تھا پھر اس نے پُرجوش انداز میں کہا۔ ''پانی ہے۔ میرے کان سن رہے ہیں۔ اندر کہیں پانی بہہ رہا ہے۔ ایک منٹ میں نیچے جاتا ہوں۔''

چند منٹ بعد کالنگا جیپ سے بندھی رسی کے سہارے نیچے جانے کے لیے تیار تھا۔ اس نے اپنی قمیص اتار دی تھی۔ صرف پتلون اور جوتے تھے۔ جوتے بھی اس نے احتیاطاً پہنے تھے کہ اندر کسی سانپ بچھو سے ملاقات نہ ہو جائے۔ ایک چاقو اور ایک عدد پستول اس کی بیلٹ میں تھا۔ پانی چیک کرنے کے لیے وہ ایک گلاس بھی لے جا رہا تھا۔ ایک لوہے کی سلاخ کی مدد سے چرخی کنوئیں کے اوپر نصب کی گئی تھی۔ رسی اس چرخی سے گزار کر جیپ سے باندھی گئی تھی۔ جیسے ہی کالنگا اندر لٹکا، جیپ آہستہ آہستہ آگے آنے لگی۔ زمان جیپ کو کمانڈ کر رہا تھا۔ وہ کالنگا پر نظر رکھے جیپ کو ہاتھ کے اشارے سے آگے آنے کو کہہ رہا تھا۔ کنوئیں کی تہ کو کئی پچیس تیس فٹ نیچے تھی۔ جیسے ہی کالنگا کے پاؤں تہ سے لگے رسی ڈھیلی پڑ گئی مگر کالنگا نے رسی اپنی بیلٹ سے الگ نہیں کی تھی۔ اس نے سب سے پہلے دستی لائٹ سے کنوئیں کا جائزہ لیا۔

''یہاں پانی نظر نہیں آرہا ہے لیکن میں اس کے بہنے کی آواز سن رہا ہوں۔''

''پہلے دیکھو دیواروں میں ایسا کوئی سوراخ تو نہیں ہے جس میں کوئی کیڑا چھپ سکے۔'' زمان نے کہا۔

کالنگا اب دیواروں کو دیکھ رہا تھا۔ نیچے کنوئیں کا قطر کافی تھا۔ کوئی آٹھ نو فٹ اس کی تہ پر کافی ریت جم چکی تھی۔ جب کالنگا کو اطمینان ہو گیا کہ اس کے پیروں تلے سے زمین نکل جانے کا کوئی امکان نہیں ہے تو اس نے رسی بیلٹ سے الگ کر دی اور خود دیواروں سے کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگا کہ پانی بہنے کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ درحقیقت سوائے کالنگا کے یہ آواز کسی نے نہیں سنی تھی۔ آخر اس نے تعین کر لیا کہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔

''میرا خیال ہے ان پتھروں کے پیچھے پانی بہہ رہا ہے۔ مجھے پتھر نکالنے والے اوزار دے دیے جائیں۔'' کالنگا نے چلا کر کہا تھا۔

ایک کینوس کے تھیلے میں مذکورہ اوزار لے کر زمان خان خود بھی کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا کیونکہ خوفزدہ جونز نے نیچے

جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس سے پہلے میجر پار کر کسی اور کو حکم دیتا، زمان نے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کر دی تھیں۔ کالنگا اسے دیکھ کر مسکرایا۔ ''میں کسی کی مدد کی ضرورت محسوس کر رہا تھا کیپٹن!''

''میرا بھی یہی خیال تھا۔ یہ دو آدمیوں کا کام ہے۔'' اس نے تھیلا نیچے اُلٹ دیا۔ اس میں ہتھوڑی، چھینی اور چھوٹی کدالیں تھیں۔ ''آواز کس طرف سے آرہی ہے؟''

''اس طرف سے۔'' کالنگا نے اشارہ کیا۔ زمان ہلکی سی آواز محسوس کر رہا تھا مگر یہ اتنی ہلکی تھی کہ وہ پوری توجہ مرکوز کرنے پر سن سکا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ پچیس تیس فٹ کی دوری سے کالنگا نے یہ آواز کس طرح سن لی تھی۔ ''یہ آواز تو بہت ہلکی سی ہے۔''

''ہاں، لیکن میری سماعت تیز ہے۔ اپنے قبیلے میں مجھے تیز سماعت رکھنے والا کہا جاتا تھا۔ جب ہاتھی ہمارے کھیتوں پر حملہ کرنے آتے تھے تو سب سے پہلے مجھے پتا چل جاتا تھا۔''

زمان نے دیوار سے کان لگایا۔ اسے محسوس ہوا کہ پانی اس دیوار کے پیچھے ہے۔ اس وقت زمان کو یہ معمولی سی آواز دنیا جہاں کی موسیقی سے زیادہ دلکش لگ رہی تھی۔ وہ دونوں مل کر باری باری پتھروں پر ضرب لگانے لگے۔ کالنگا نے دستی لائٹ اس طرح رکھی تھی کہ اس کی روشنی پتھروں پر پڑ رہی تھی۔ جہاں جہاں مسالا لگا تھا وہاں ضرب لگا رہے تھے۔ چند ضربوں کے بعد ہی مسالا جھڑنے لگا۔ پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد وہ پہلا پتھر نکالنے میں کامیاب رہے تھے۔ اس کے پیچھے سخت مٹی تھی۔ پہلا پتھر نکالنا تھا کہ باقی پتھر بے حد آسانی سے نکل گئے اور پتھر نکلتے ہی مٹی کا ایک بڑا سا تودہ اندر آ گرا تھا۔ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹے۔ اب پانی بہنے کی آواز واضح تھی۔ زمان نے دستی لائٹ کا رُخ ظاہر ہونے والے خلا کی طرف کیا تو اندر ایک چھوٹی سی سرنگ تھی۔ یہ بھی پتھروں سے بنی تھی۔ اس سرنگ کے اوپر پتھروں سے پانی کی پتلی سی دھار برآمد ہو کر تہ میں جمع پتھروں کے ڈھیر میں غائب ہو رہی تھی۔ کالنگا نے بے تابی سے مگ آگے کر کے اس میں پانی جمع کیا۔ پہلے اسے سونگھا پھر دیکھا اور چلایا۔ ''میٹھا پانی..... پینے کے قابل ہے۔''

زمان نے اس سے مگ لے کر تصدیق کی۔ واقعی پانی میٹھا اور تازہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے چلا کر اوپر سے پیالے اور بوتلیں مانگیں۔ اس دوران میں جبکہ اوپر سے یہ چیزیں آئیں، کالنگا اور زمان باری باری مگ میں پانی بھر کر پیتے رہے۔ ان کا بس چلتا تو اس ٹھنڈے میٹھے پانی کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے۔ دو دو مگ پی کر ان کے اندر توانائی آ گئی تھی۔ اوپر سے کین اور المونیم کے بڑے بڑے پیالے اتارے گئے۔ انہوں نے پانی پیالوں میں جمع کر کے دس دس لیٹرز والے کین میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ زمان اور کالنگا نے کین بھر بھر کر اوپر بھیجنا شروع کر دیا۔ پہلے دو مگ پانی کے بعد انہوں نے ایک قطرہ بھی کہیں پیا تھا۔ یہ پانی نصف لیٹر تھا۔ جب تک سب اتنا ہی پانی نہ پی لیتے انہیں اس کا حق نہیں تھا۔ اگلے تین گھنٹے تک وہ یہی کام کرتے رہے پھر ان کی جگہ دوسرے لوگ آ گئے۔

بارہ بج چکے تھے۔ میجر پار کر نے چوکی کے اطراف میں پہرے دار لگا دیے تھے۔ باقی افراد کھانا پکا رہے تھے۔ پہرے داروں کے قہقہے بتا رہے تھے کہ پانی مل جانے سے سب بے حد خوش تھے۔ اگرچہ زمان کا تھکن اور نیند سے برا حال تھا لیکن میجر پار کر نے اسے جونز کے ساتھ میٹنگ میں طلب کر لیا تھا۔ اس نے زمان سے پوچھا۔

''کافی پیو گے۔ بلک پیو گے کیونکہ تم شراب نہیں پیتے۔ اپنی مدد کرو۔'' اس نے کونے میں رکھے کافی کے تھرماس کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے اپنے لیے خیمہ لگوایا تھا۔ زمان کافی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ اس نے مگ میں اپنے لیے کافی نکالی۔ اس میں چینی ملائی اور اوپر سے خشک کریم ڈالی۔

''جنٹل مین! یہ میٹنگ آئندہ کی حکمت عملی پر غور کرنے کے لیے بلائی ہے۔'' میجر پار کر نے کہا۔ ''کیپٹن زمان! سب سے پہلے تم پانی کی پوزیشن واضح کرو۔''

''سر! پانی ایک گھنٹے میں تیس لیٹرز کے حساب سے جمع ہو رہا ہے۔ ہمارے پاس دو ہزار لیٹرز جمع کرنے کی گنجائش ہے۔ چوبیس گھنٹے میں ہم سوسات بیس لیٹرز پانی حاصل کر سکتے ہیں۔''

''لیکن ہم زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے۔ کیپٹن جونز! ایندھن کی کیا پوزیشن ہے؟''

''سر! ہمارے پاس اتنا ایندھن ہے کہ تمام گاڑیاں زیادہ سے زیادہ دو سو میل تک جا سکتی ہیں۔'' جونز نے جواب دیا۔

میجر نے میز پر پھیلے نقشے کی طرف دیکھا۔ ''ہمیں جس جگہ تک پہنچنا ہے وہ مقام یہاں سے پانچ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ ہم تین سو میل پہلے اپنا ایندھن ختم کر چکے ہوں گے۔''

''میری تجویز ہے سر!'' زمان نے سوچ کر کہا۔ ''ہمیں زخمیوں اور کچھ افراد کو ان کی دیکھ بھال کے لیے اس جگہ چھوڑ کر باقی افراد کے ساتھ جانا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ دو

ٹرک اس کام کے لیے کافی ہوں گے۔ ٹینکوں کے لیے ایندھن کافی ہے۔ اس صورت میں ہم کل ہی یہاں سے روانہ ہو سکتے ہیں۔''

''یہ اچھا پلان ہے۔ اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔'' کیپٹن جونز نے فوری طور پر تائید کی تاکہ میجر اس سے بھی اس مسئلے کا حل دریافت نہ کرے اور اس کے پاس فی الحال کوئی حل نہیں تھا۔ دو بجے تک پلان پر غور ہوتا رہا اور طے ہوا کہ وہ صبح دس بجے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ جان چھوٹنے پر زمان خدا کا شکر ادا کرتا فوری طور پر سونے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے لیے بھی خیمہ لگایا گیا تھا۔ سردی سے بچنے کے لیے کمبل بھی تھا۔ پورے ایک ہفتے بعد وہ پوری طرح بے فکر ہو کر سویا تھا۔ ایک، سپاہی اس کی پانی سے بھری چھاگل اس کے سرہانے رکھ گیا تھا۔ صبح اس کی آنکھ کھلی تو موسم بدستور سرد تھا کیونکہ آسمان پر گہرے بادل تھے۔ لگتا تھا کہ بارش ہوگی۔ زمان جانتا تھا کہ اگر بارش ہوگئی تو ان کا سفر تاخیر کا شکار ہو جائے گا۔ پانی مٹی میں جذب ہو کر اسے بے حد نرم کر دے گا جس میں گاڑیوں کے ٹائر دھنس جاتے۔

صبح کی روشنی میں اس نے پہلی بار چوکی کی عمارات کو بغور دیکھا تھا۔ یہ کل تین عمارتیں تھیں۔ ان میں سے مرکزی اور جنوبی عمارتیں اصل میں پتھر سے بنے غار تھے جنہیں بہتر بنا کر عمارتوں کی صورت دے دی گئی تھی۔ ان کے اوپری حصوں میں مٹی اور پتھروں کی مدد سے نئے کمرے بنا کر ان کے اوپر لکڑی کے شہتیروں کی چھت دے دی گئی تھی۔ ان کے نیچے غاروں میں کمرے بنے تھے البتہ تیسری عمارت جو کنوئیں کے پاس تھی اسے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے عقب میں لوہے کے پائپوں اور سیمنٹ کی شیٹوں سے بنائے گئے وسیع شیڈز تھے جن کے اندر گاڑیوں کو پارک کیا جاتا تھا۔ ان میں سے بیشتر اب ناپید تھے۔ تیز ہوا شیٹیں اڑا کر لے گئی تھی۔

چوکی کی چار دیواری میں اٹھارہ مقامات پر مورچے بنے تھے۔ وسطی عمارت کے اوپر آبزرویشن پوسٹ تھی جہاں سے اردگرد کے سارے علاقے پر دور تک نظر رکھی جا سکتی تھی۔ چار دیواری کے علاوہ چوکی کے اندر بھی ریت سے بھری بوریوں اور کچی مٹی سے بنے مورچے تھے یعنی دشمن چار دیواری کے اندر بھی گھس آئے تب بھی اس کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ حملہ آور فوج اگر بڑی تو ہیں یا ٹینک استعمال نہ کرے تو اس کے لیے چوکی پر قبضہ کرنا آسان نہ ہوتا۔ زمان کنوئیں کی طرف آیا جس کے باہر دس دس لیٹرز والے بے شمار کین پانی سے بھرے رکھے تھے۔ گویا پانی جمع کرنے کا کام ساری رات جاری رہا تھا۔ سپاہیوں کو دو دو لیٹرز والی چھاگلیں بھر کر دی جا رہی تھیں۔ یہ ان کا چوبیس گھنٹے کا کوٹا تھا۔ زمان نے اپنی چھاگل لی۔ کالنگا وہیں تھا۔

''سر! میرا خیال ہے کہ آج شام تک ہم خاصا پانی جمع کر لیں گے۔''

''یہ پانی مشن پر جانے والے ٹرکوں میں جمع کرو۔ دس بجے روانگی ہے۔'' زمان نے کہا اور مرکزی عمارت کی طرف آیا۔ زخمیوں کو وہیں رکھا گیا تھا۔ رات ایک زخمی اور چل بسا تھا لیکن باقی سترہ ابھی بقیدِ حیات تھے۔ شیلا اسے دیکھ کر کھل گئی۔ ''ہم ابھی یہاں سے جا رہے ہیں۔''

''تم..... کیا تم رک نہیں سکتے۔'' شیلا نے التجا کی۔

''شیلا! ہم یہاں لڑنے کے لیے آئے ہیں سوائے بارہ افراد کے جو کسی قدر زخمی ہونے کی وجہ سے جنگ میں شریک ہونے کے قابل نہیں ہیں اور چار دوسرے افراد کے باقی سب جا رہے ہیں۔ میں تمہیں خدا حافظ کہنے آیا ہوں۔''

شیلا کے ہونٹ لرزنے لگے۔ ''میں..... میں تمہارا انتظار کروں گی۔''

''میں واپس آنے کی کوشش کروں گا لیکن.....'' زمان نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔ ''اگر واپس نہ آ سکا تو مجھے بھول جانا۔''

''نہیں۔'' شیلا اس سے چمٹ گئی۔ ''میں تمہیں نہیں بھول سکتی۔''

''شیلا! مجھے جانا ہے۔'' زمان نے گھڑی دیکھی۔ ''ابھی مجھے ناشتا بھی کرنا ہے۔''

''چلو میں بھی ناشتا کرتی ہوں۔ میں نے بھی ناشتا نہیں کیا ہے۔''

سپاہیوں میں ناشتا بٹ چکا تھا۔ پھیکا دلیا، اُبلے ہوئے انڈے، مونگ پھلی اور کافی۔ وہ ناشتا لے کر ایک طرف آ گئے۔ صبح کے گہرے بادل اب ہلکے ہو رہے تھے اور بارش کا امکان کم ہوتا جا رہا تھا۔ ناشتے کے دوران وہ ایک دوسرے کو اپنے اپنے بارے میں بتاتے رہے۔

''تمہارا ملک خوبصورت ہے۔ کیا میں اسے دیکھ سکتی ہوں؟'' شیلا نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ملک سب کے خوبصورت ہوتے ہیں۔ شیلا! تم میرے ملک دیکھ سکتی ہو لیکن وہاں رہ نہیں سکتیں۔''

''زمان! میں ہر اس جگہ رہ سکتی ہوں جہاں تم رہ سکتے ہو۔'' شیلا نے اپنا ہاتھ زمان کے ہاتھ پر رکھ دیا ایک عہد کی علامت کے طور پر۔ ایک ان کہا سا وعدہ تھا جو احساس کی

طرح شیلا کے ہاتھ سے زمان کے وجود میں سرایت کر گیا تھا۔ اس نے یقین کر لیا اور جوابی احساس سے شیلا کو اپنے یقین کا یقین دلایا۔ وہ اب تک محبت کے کرشموں کے بارے میں سنتا آیا تھا۔ آج اس نے تجربہ کر لیا کہ کیسے بن کہے دو افراد ایک دوسرے کی بات جان جاتے ہیں۔ اچانک اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''کیپٹن! کیا تم چلنے کے لیے تیار ہو؟'' میجر پار کر کا لہجہ سرد تھا۔

''بس میجر سر!'' اس نے کھڑے ہو کر سیلیوٹ کیا۔

''او کے ناؤ گو! تم ٹرک اے میں سوار ہو گے۔''

''سر! کیا ہم پیچھے رہ جانے والوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے جا رہے ہیں۔''

''ہم اس سلسلے میں زیادہ نہیں کر سکتے۔ بہرحال چار افراد اور کچھ اسلحہ رہے گا یہاں پر۔ اینڈ ناؤ موو!'' سپاہی بھاگتے دوڑتے ٹرکوں میں سوار ہو رہے تھے۔ ہر ٹرک میں بیس افراد کی گنجائش تھی۔ چھ افراد میجر پار کر کی جیپ پر سوار تھے اور ہر ٹرمن ٹینک پر عملے کے تین ارکان کے علاوہ دو دو سپاہی اوپر بیٹھے تھے۔ ٹرکوں کے پیٹرول ٹینک پوری طرح بھر لیے گئے تھے اور ٹرک رکے بغیر ہزار میل کا فاصلہ طے کر سکتے تھے۔ فاضل ٹائرز بھی چڑھا دیے تھے۔ پانی اور راشن کا ذخیرہ تھا۔ تمام بھاری اسلحہ وہ ساتھ لے جا رہے تھے۔ دس بجے ٹرک اور ان کے عقب میں ٹینک چوکی سے نکلے اور کسی قدر شمال مغرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ ٹرک اے زمان کی کمانڈ میں تھا جبکہ ٹرک بی لیفٹیننٹ کالنگا کے زیرِ کمان تھا۔ ذرا آگے جانے کے بعد زمان نے کھڑکی سے جھانک کر چوکی کی طرف دیکھا تھا۔ اسے شبہ ہوا تھا کہ آبزرویشن پوسٹ میں ایک سفید وجود کھڑا تھا۔ اگلے ہی لمحے ریت کا ایک ٹیلا اس کے اور چوکی کے درمیان حائل ہو گیا۔

صبح دس بجے تک تین سو لیٹرز پانی جمع ہوا تھا جو وہ سب کا سب اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ یہ پانی ان کے ڈیڑھ دن کے لیے کافی تھا۔ ٹرک گل شیر چلا رہا تھا۔ وہ مشکل سے بیس اکیس برس کا نوجوان تھا۔ گزشتہ ایک سال سے زمان کے اردلی کے طور پر کام کر رہا تھا اور اس سے خاصا بے تکلف تھا۔ زمان اسے محاذِ جنگ پر نہیں لانا چاہتا تھا مگر اس کی ضد سے مجبور ہو کر لے آیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ ''صاحب! جہاں آپ اُدھر ہم۔''

مگر موجودہ صورتِ حال میں زمان پھر سے پچھتا رہا تھا کہ کیوں اسے ساتھ لایا۔ یہ خوبرو نوجوان اسے اپنے بھائیوں کی طرح عزیز تھا۔ گل شیر نے اچانک کہا۔

''صاحب! ایک بات کہوں اپنے میجر صاحب کے بارے میں؟''

''ہاں کہو۔''

''صاحب! میجر اچھا آدمی نہیں ہے۔ اچھا سپاہی بھی نہیں ہے۔ اتنے لوگوں کی موت کا ذمے دار ہے۔ صاحب! یہ شیلا بی بی کو بھی بری نظر سے دیکھتا ہے۔''

زمان چونک گیا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''صاحب! ہم نے خود دیکھا۔ یہ شیلا بی بی سے کچھ کہہ رہا تھا پر وہ انکار کر رہی تھی پھر اس نے شیلا بی بی کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی پر انہوں نے چھڑا لیا۔ صاحب اسے مار دیتا۔''

''گل شیر! احمقانہ باتیں مت کرو۔'' زمان نے سختی سے کہا تھا۔ ''تم نے یہ باتیں کسی اور کے سامنے تو نہیں کی ہیں خاص طور سے کسی ہندو سکھ سے۔''

''نہیں صاحب! میں ان لوگوں سے بات ہی نہیں کرتا ہوں۔''

زمان نے گہری سانس لے کر اپنے اشتعال پر قابو پایا۔ شیلا نے اسے یہ بات نہیں بتائی تھی۔ شاید اسی لیے کہ وہ غصے میں آ کر کوئی حماقت نہ کر گزرے۔ اس نے گل شیر کو حکم دیا۔

''تم یہ بات اور کسی سے نہیں کہو گے۔''

''جیسا حکم صاحب!'' گل شیر نے جواب دیا اور اسٹیئرنگ کاٹ کر ٹرک کو ڈھلان سے اتارنے لگا۔

دو بجے وہ ذرا دیر کے لیے رکے تھے۔ گرمی کی شدت سے سب ہی تیزی سے پانی استعمال کر رہے تھے۔ لنچ کے بعد وہ دوبارہ روانہ ہو گئے۔ اس بار زمان خان کا ٹرک آگے تھا۔ اس کے عقب میں جیپ تھی اور اس کے پیچھے ٹرک اے اور اس کے پیچھے دونوں ٹینک تھے۔ ایک ڈھلان پر سخت جدوجہد کے بعد ٹرک چڑھا کے گل شیر اسے دوسری طرف اتارنے کی تیاری کر رہا تھا کہ زمان نے اسے رکنے کو کہا۔

''گل شیر رک جاؤ۔'' زمان نے دوربین آنکھوں سے لگائی۔ اس کا شک یقین میں بدل گیا۔ تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک جیپ حرکت کر رہی تھی اور اس کا رُخ ان سے کسی قدر بائیں جانب تھا۔ ''گل شیر! ٹرک پیچھے کر دو را۔''

گل شیر نے پھرتی سے ٹرک کو ریورس گیئر میں ڈالا۔ ٹرک تیزی سے ڈھلان پر واپس آیا۔ گل شیر نے بریک لگا کر اسے قابو کیا۔ ٹرک واپس آتے دیکھ کر پورا قافلہ رک گیا تھا۔ زمان خان ٹرک سے کود کر جیپ کی طرف لپکا۔

"میجر! سامنے سے ایک جیپ آرہی ہے۔ اس کا رُخ ہمارے قدرے بائیں طرف ہے۔ میرا خیال ہے جیپ پر سوار افراد نے میرا ٹرک نہیں دیکھا تھا۔"

"اوہ....." میجر پارکر نے کہا۔ پھر وہ سب ڈھلان کی طرف بڑھے۔ اوپری کنارے پر اوندھے منہ لیٹ کر میجر نے دوربین سے جیپ کا معائنہ کیا جو ان کے کسی قدر نزدیک آ گئی تھی۔ "اطالوی....." میجر کے منہ سے نکلا۔ "یہ اطالوی فوجی ہیں۔"

زمان خان دوربین سے عقب کا جائزہ لے رہا تھا۔ "یہ لوگ اکیلے ہی ہیں۔ دور دور تک کوئی دوسری گاڑی یا انسان نظر نہیں آرہا ہے۔"

"کیپٹن! اس جیپ کے افراد کو زندہ گرفتار کرنا ہے۔" میجر پارکر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔ یہ اس طرف سے آرہے ہیں جس طرف ہمیں جانا ہے۔"

زمان نے جیپ لی اور بارہ افراد منتخب کیے۔ وہ ڈھلان کے ساتھ ساتھ جیپ چلاتا اس طرف جانے لگا جس طرف ڈھلان کے دوسری طرف جیپ کا رُخ تھا۔ وہ جیپ ڈھلان کے بتدریج نزدیک ہوتی جارہی تھی۔ زمان نے ایک بار جائزہ لے کر اندازہ لگایا کہ وہ ڈھلان کے گھومتے کٹاؤ کے اوپر آنا چاہ رہے تھے کیونکہ اس مقام پر ڈھلان نسبتاً کم تھی۔ اس نے جیپ کی رفتار تیز کی اور اس کٹاؤ تک پہنچ گیا۔ اس نے جوانوں کو کٹاؤ میں پھیلا دیا اور اطالوی جیپ کے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے ساتھ کالنگا کا ایک جوان تھا جو اطالوی جانتا تھا۔ جب جیپ کٹاؤ سے چند گز دور رہ گئی تھی تو زمان کی ہدایت پر سیاہ فام نے اطالوی میں چلا کر کہا۔

"خبردار! رک جاؤ۔ ہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی زمان کے جوانوں نے تین طرف سے بلند ہو کر اپنی رائفلیں جیپ والوں پر تان لیں۔ یہ تین افراد تھے جنہوں نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ہاتھ بلند کر دیے تھے۔ ڈرائیور نے ہاتھ تو اوپر نہیں کیے تھے لیکن اس نے ہاتھ اسٹیئرنگ کے اوپری حصے کی طرف کر لیے تھے۔ زمان کے حکم پر جوان گھیرا تنگ کرتے ہوئے جیپ کے نزدیک آنے لگے۔ برطانوی فوج کی وردیاں دیکھ کر اطالوی سپاہیوں کے چہرے تاریک پڑ گئے تھے۔ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا شخص اپنے بیچ سے لیفٹیننٹ لگ رہا تھا۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیر لر لہا۔

"ہمیں مارنا مت۔ ہم ہتھیار ڈال رہے ہیں۔"

زمان کے جوانوں نے بہ آسانی ان کے ہتھیار لے لیے اور انہیں سروں پر ہاتھ رکھ کر گھٹنوں کے بل ریت پر بٹھا دیا۔ ان کی تلاشی لی اور کاغذات سمیت ملنے والی ہر شے قبضے میں لے لی۔

"انہیں لے کر آؤ۔" زمان نے حکم دیا اور جیپ لے کر واپس میجر کی طرف آیا۔ "سر! مشن مکمل ہوا۔ تین اطالوی اور ایک جیپ ہاتھ لگی ہے۔" اس نے رپورٹ دی۔ میجر پارکر نے کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

چند منٹ بعد تینوں اطالوی قیدی اور ان کے پاس سے برآمد ہونے والے کاغذات اور اسلحہ میجر کے سامنے تھے۔ لیفٹیننٹ البرونو، سارجنٹ زیکو اور سارجنٹ روبینو۔ ان کے پاس سے تین خودکار جرمن ساختہ مشین گنیں، ایک اسنائپر رائفل اور ایک اسٹینڈ پر رکھ کر چلائی جانے والی بھاری مشین گن ملی تھی۔ قیدیوں کی حالت سے لگ رہا تھا کہ وہ پیاسے ہیں۔ ان کے پاس پانی نام کی کوئی چیز نہیں ملی تھی۔ میجر نے ترجمان کے توسط سے پوچھا۔

"تم لوگ کہاں سے آرہے ہو۔ باقی فوج کہاں ہے؟"

"ہم RAWAD روداد کے میدانِ جنگ سے آرہے ہیں اور باقی فوج کا ہمیں نہیں پتا۔"

"جرمن کہاں ہیں اور کتنے ہیں؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔" لیفٹیننٹ البرونو نے کمزور لہجے میں کہا تھا۔ "کیا ہمیں پانی مل سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں۔" میجر پارکر مسکرایا۔ اس نے اپنی چھاگل سے پانی اس کے ڈھکن نما چھوٹے سے گلاس میں ڈال کر اس کی طرف بڑھایا لیکن اس سے پہلے کہ لیفٹیننٹ گلاس لیتا، اس نے اُلٹ کر پانی ریت پر گرا دیا۔ البرونو کی حالت دیکھنے والی تھی۔

"یہ کیا کیا تم نے۔" اس نے چلّا کر کہا۔

"اس سے کہو کوئی معلومات نہیں ہے تو پانی بھی نہیں ہے۔" میجر نے ترجمان کی طرف دیکھا۔

"خدا کے لیے۔" لیفٹیننٹ البرونو نے منت کی۔ اس کے ساتھیوں کی حالت بھی قابلِ رحم تھی۔ وہ نہایت کرب ناک نظروں سے چھاگل کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"جرمن کہاں ہیں؟" میجر دھاڑا۔

"وہ ان اطراف میں کہیں ہیں۔" لیفٹیننٹ البرونو نے حوصلہ ہار دیا۔ وہ جلدی جلدی بتانے لگا۔ "روداد RAWAD کی جنگ میں ہم نے اتحادیوں کو شکست دے دی تھی۔ ان کے بہت کم لوگ زندہ بچے لیکن اس جنگ میں ہمارا پانی کا ذخیرہ بھی تباہ ہو گیا۔ اب ہم پانی کی تلاش میں جنوب کی طرف جارہے ہیں۔"

"جنوب..... کہاں؟" زمان نے بے تابی سے پوچھا۔

"پتا نہیں جناب! لیکن کوئی پرانی برطانوی پوسٹ تھی جہاں سے ہمیں پانی مل سکتا ہے۔"

"میرے خدا! یہ اسی طرف جارہے ہیں۔" زمان نے میجر کی طرف دیکھا۔

"تم اکیلے کیوں ہو؟" میجر نے پوچھا۔ اسے بھی فکر لاحق ہو گئی۔

"جرمن ہم اطالویوں کو پانی نہیں دے رہے تھے۔ ہم پانی کی تلاش میں ان سے بچھڑ گئے لیکن ہماری منزل ایک ہی ہے۔ ہم بھی اسی طرف جارہے ہیں۔" لیفٹیننٹ البرونو نے جواب دیا۔

"تم لوگوں کی تعداد کیا ہے؟ اسلحہ کتنا ہے؟" زمان نے پوچھا۔

"پلیز پہلے مجھے پانی دو۔ میں اب بولنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہا ہوں۔" البرونو نے التجا کی۔ زمان نے میجر کی طرف دیکھا اور اس کی رضامندی پا کر چھوٹے گلاس میں پانی البرونو کی طرف بڑھا دیا جسے وہ نہایت بے صبری سے پی گیا۔ اس نے چھاگل کی طرف دیکھا۔ میجر درشت انداز میں بولا۔

"جلدی کرو۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔"

"جرمن اور اطالوی سپاہی ملا کر ایک کمپنی ہے۔" البرونو نے بادلِ ناخواستہ بتایا۔ "کمپنی کی کمان کرنل بوٹر کر رہا ہے۔ وہ بہت سفاک آدمی ہے۔"

"اسلحہ کیا ہے؟" زمان نے گلاس میں دوبارہ پانی ڈالا مگر البرونو کی طرف بڑھایا نہیں۔

"ایک ٹینک ہے لیکن اس میں زیادہ گولے نہیں ہیں البتہ چار ہلکی توپیں اور ساڑھے پانچ انچ کے مارٹرز ہیں۔ بھاری مشین گنیں ہیں۔ چار بکتر بند ہیں جن پر مشین گنیں ہیں۔"

زمان جانتا تھا کہ جرمن کمپنی میں چھ سو افراد ہوتے ہیں اور ان کے پاس اسلحہ بھی زیادہ تھا۔ اگر وہ ان سے پہلے چوکی تک پہنچ جاتے تو چوکی پر قبضہ کرنے میں چند منٹ لگتے۔ چوکی سے زیادہ فکر اسے شیلا کی تھی۔ اس نے جرمنوں کے بارے میں سن رکھا تھا کہ عورتوں کے لیے ان کی سفاکی عروج پر پہنچ جاتی تھی۔

"سر! ہمیں فوری طور پر واپس جانا ہوگا۔" اس نے کہا۔

لیکن میجر پارکر کے تاثرات سے لگ رہا تھا ایک کمپنی کا سن کر وہ تذبذب میں پڑ گیا ہے۔ جرمن نہ صرف تعداد میں ان سے چھ گنا زیادہ تھے بلکہ بہتر طور پر مسلح بھی تھے۔ ان سے مڈبھیڑ کا مطلب شکست تھا۔ چوکی کے دفاع کے لیے جن صلاحیتوں کی ضرورت تھی وہ خود کو ان سے محروم پاتا تھا۔ محض سو افراد اور تھوڑے اسلحے کے ساتھ یہ کام اس کے لیے بے حد مشکل تھا۔ اسے سوچتے دیکھ کر زمان نے بے تابی سے کہا۔

"میجر سوچو مت۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اگر جرمن ہم سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو نہ صرف چوکی پر قابض ہو جائیں گے بلکہ نہایت آسانی سے ہمیں شکست دے دیں گے۔"

"ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔" میجر پارکر کا لہجہ کمزور تھا۔

"کر سکتے ہیں سر! اگر ہم نے چوکی پر قبضہ رکھا تو ہم جرمنوں سے بہت زیادہ بہتر پوزیشن میں ہوں گے۔ جرمن پیاسے ہیں اور پانی پر ہمارا قبضہ ہوگا۔ ہم ان سے سودے بازی کر سکتے ہیں۔"

کیپٹن جونز خاموش تھا اور اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بھی جرمنی کا سامنا کرنے کے خیال سے لرز رہا ہے۔

"سر! ہم جرمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمیں چوکی کی طرف نہیں جانا چاہیے۔"

"اور جنہیں چوکی پر چھوڑ آئے ہیں ان کا کیا ہوگا؟" زمان تیز لہجے میں بولا۔

"کیپٹن! میرے پیشِ نظر تیس کے مقابلے میں سو افراد کی جان کی اہمیت زیادہ ہے۔" میجر پارکر نے پُروقار لہجے میں کہنے کی کوشش کی۔ وہ اپنی بزدلی کو منطق کے پیچھے چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیفٹیننٹ کالنگا سامنے آیا۔ "سر! آپ..... بھول رہے ہیں۔ ہمارے پاس نہ تو زیادہ پانی ہے اور نہ ہی اتنا ایندھن کہ ہم صحرا میں زیادہ دور تک سفر کر سکیں۔ ہمارا چوکی پر واپس پہنچنا لازمی ہے ورنہ ہم جرمنوں کے ہاتھوں نہ سہی پیاس سے ضرور مر جائیں گے۔"

کالنگا کی بات نے میجر پارکر اور کیپٹن جونز کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ چوکی کی طرف جانے کا فیصلہ کریں۔ چند لمحے بعد دونوں جیپوں میں زمان اور کالنگا دس سپاہی لے کر بے حد تیزی سے چوکی کی طرف جارہے تھے۔ جیپیں صحرا میں ٹرکوں اور ٹینکوں کی نسبت زیادہ تیزی سے سفر کر سکتی تھیں۔ ان کے پاس چار بھاری مشین گنیں اور دو عدد مارٹرز بھی تھے۔ انہیں

چوکی پہنچتے ہی مورچے بنانے تھے۔ وہ تین بجے نکلے تھے اور زمان خان سارے راستے گل تیز کو رفتار بڑھانے کو کہتا رہا تھا۔ چوکی تک جلد پہنچنے کے جنون میں انہوں نے خطرناک حصوں میں بھی رفتار کم نہیں کی تھی۔ جو فاصلہ انہوں نے آتے ہوئے چار گھنٹوں میں طے کیا تھا وہی واپسی پر ڈھائی گھنٹوں میں طے ہوگیا تھا۔ چوکی کے اردگرد کوئی فوج یا نقل و حرکت کے آثار نہ پا کر زمان نے سکون کا گہرا سانس لیا تھا۔

☆☆☆

شیلا آبزرویشن پوسٹ کے اوپری حصے میں کھڑی زمان کے ٹرک کو جاتے دیکھ رہی تھی۔ اسے احساس بھی نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ اچانک کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ یہ لیفٹیننٹ ٹونر تھا۔ ان چار افراد میں سے ایک جنہیں چوکی کی حفاظت کے لیے یہاں چھوڑا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر خباثت اور آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا۔ شیلا نے ناگواری سے اس کا ہاتھ ہٹادیا۔ وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''ڈیئر رومت! کیا ہوا جو تمہارا محبوب چلا گیا۔ ہم تو ہیں نا۔'' شیلا اس کی بات جواب دیے بغیر جانے لگی تو اس نے پلٹ کر شیلا کا بازو تھام لیا۔ ''مت بھولو پوسٹ کا انچارج اب میں ہوں اور وہ لوگ شاید واپس نہ آئیں۔''

شیلا نے اسے دیکھا۔ ''یہ مت بھولو لیفٹیننٹ کہ وہ واپس بھی آسکتے ہیں۔'' شیلا کٹیلے لہجے میں کہہ کر اپنا بازو چھڑا کر نیچے چلی آئی۔ جو سپاہی معمولی زخمی تھے انہیں کنوئیں سے پانی بھرنے کے کام پر لگا دیا گیا تھا۔ شیلا نے یہ بھی دیکھا کہ ان سے اسلحہ لے لیا گیا تھا اور چوکی میں مسلح افراد صرف لیفٹیننٹ ٹونر اور اس کے تین ساتھی تھے۔ حتیٰ کہ اندر کمروں میں جو اسلحہ رکھا تھا وہ بھی ہٹادیا گیا تھا۔ شیلا کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ اس نے ہلڈا سے کہا تو وہ بے پروائی سے بولی۔ ''وہم ہے تمہارا۔ ان لوگوں نے کیا کرنا ہے۔''

''مجھے ٹونر اور اس کے ساتھیوں کے ارادے اچھے نہیں لگ رہے ہیں۔ انہوں نے سارا اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔'' یہ سن کر ہلڈا بھی فکرمند ہوگئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ میں نے دو پستول اپنے پاس چھپا کر رکھے ہیں۔ ان میں سے کسی نے شرارت کی تو بھگتے گا۔''

صبح آئے بادل گیارہ بجے تک مکمل طور پر غائب ہو چکے تھے۔ اس وقت گرمی اپنے عروج پر تھی۔ پانی میسر آنے سے زخمیوں کی حالت بہتر ہوگئی تھی لیکن انہیں علاج کی اشد ضرورت تھی خاص طور سے ایک زخمی جس کے پیٹ میں گولی لگی تھی وہ قریب المرگ لگ رہا تھا۔ دو دن گزرنے کے باوجود اس کے زخموں سے خون رس رہا تھا۔ شیلا اس کے لیے فکرمند تھی۔ اس لڑکے کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ جنگ کا یہ عفریت زیادہ تر نوجوانوں کی قربانی لے رہا تھا۔ بے شمار نوجوان شیلا کے سامنے دم توڑ چکے تھے لیکن رچ نامی اس نوجوان سے اسے خاص اُنسیت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اسے اپنے بھائی کی طرح لگتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسے چمچ سے گلوکوز اور دودھ کا آمیزہ پلا رہی تھی۔ رچ نے غور سے اسے دیکھا۔

''سسٹر! تم بہت خوبصورت ہو۔''

''شکریہ رچ!'' وہ مسکرائی تھی۔ ''تم بھی بہت اچھے ہو۔''

''سسٹر! ٹونر سے ہوشیار رہنا۔ وہ بدنام آدمی ہے۔ جنگ سے پہلے اس پر ساتھی عورتوں کو ہراساں کرنے کے الزام میں کیس چل رہا تھا۔ میں نے سنا ہے جنگ کی وجہ سے اسے معافی مل گئی تھی۔''

''تم فکر نہ کرو رچ! میں اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں۔''

''کیا بکواس کر رہا ہے یہ میرے بارے میں۔'' اچانک ٹونر سامنے آیا تو شیلا بوکھلا گئی۔

''پلیز ٹونر! یہ زخمی ہے۔ میں اس کی طرف سے معافی مانگتی ہوں۔'' شیلا اس کے سامنے آگئی تھی۔

ٹونر نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ ''تم معافی کیوں مانگ رہی ہو۔ تم کہو تو میں ویسے ہی اسے معاف کردوں لیکن بے بی تمہیں میرے کام آنا ہوگا۔''

شیلا نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ ''اچھا ابھی تم جاؤ۔ مجھے ان زخمیوں کو دیکھنا ہے۔''

''بے بی! میں تمہارے کمرے میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اگر تم ایک گھنٹے تک نہیں آئیں تو میں آجاؤں گا۔ ممکن ہے اس صورت میں ان لوگوں کو کوئی فری شوٹ دیکھنے کے لیے مل جائے۔''

''حرامزادے!'' رچ بولا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن شیلا نے اسے زبردستی لٹادیا۔ ٹونر بے غیرتوں کی طرح ہنستا چلا گیا تھا۔ شیلا نے آہستہ سے کہا۔

''تم فکر نہ کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔''

''کاش میرے پاس ایک پستول ہی ہوتا۔'' رچ نے اپنے ہونٹ کاٹے۔

شیلا اوپر سے مسکرا رہی تھی۔ حوصلہ دکھا رہی تھی لیکن اندر

سے مارے فکر کے اس کا برا حال تھا۔ ٹونر کے لہجے میں دھمکی نہیں یقین تھا۔ وہ اس کے کمرے میں انتظار کر رہا ہوگا۔ اس وقت دوپہر کے تین بجے تھے۔ سارے مریضوں کو کھانا کھلا کر اس نے ہلڈا کو تلاش کیا۔ اسے ٹونر کنوئیں کے پاس غسل کرتا نظر آیا۔ وہ بے حد قیمتی پانی بے دردی سے بہا رہا تھا جیسے اسے جواب دہی کا کوئی خوف نہ ہو۔ وہ عریاں تھا اس لیے شیلا نے اس طرف جانے سے گریز کیا۔ وہ اندر آگئی۔ ہلڈا اسے باتھ روم والے حصے میں نظر آئی۔ وہ دلیہ تیار کر رہی تھی۔ اس نے نمکین دلیے میں خشک گوشت کے ٹکڑے بھی شامل کیے..... تھے ساتھ ہی رات کے کھانے کے لیے آلو اُبال رہی تھی۔

''کیا بات ہے شیلا!'' ہلڈا اس کے چہرے کی پریشانی دیکھ کر بولی۔ ''رچ ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں رچ ٹھیک ہے لیکن مجھے لگ رہا ہے میری خیریت نہیں ہے۔'' شیلا تھکی ہوئی سی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ ''ٹونر نے مجھے کمرے میں بلایا ہے۔ اگر میں نہیں گئی تو وہ زبردستی پر اتر آئے گا۔''

ہلڈا چند لمحے اسے غور سے دیکھتی رہی۔ ''شیلا! مجھے معلوم ہے تم کیپٹن زمان کو پسند کرتی ہو لیکن یہ وقت نہیں ہے۔ تم ٹونر کی بات مان لو۔ بعد میں.....''

''کبھی نہیں۔ میں کبھی خود کو اس کے حوالے نہیں کروں گی۔'' شیلا طیش میں آگئی۔ ''چاہے مجھے اس کے لیے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔''

''تمہارے جان دینے سے ٹونر کا کیا بگڑے گا لیکن زمان کا سوچو۔''

''یہ سب اس کے لیے ہی ہے۔ میں خود کو اس کی امانت سمجھتی ہوں۔''

''میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟'' ہلڈا کے لہجے میں خلوص تھا۔

شیلا نے کہا۔ ''ہلڈا! تم نے کہا تھا تمہارے پاس پستول ہیں۔ مجھے ان میں سے ایک دے دو۔''

''شیلا! ایک بار پھر سوچ لو۔ ہم لڑکیاں جو میدانِ جنگ میں جانے سے پہلے کنواریاں تھیں، واپسی پر ان میں سے کوئی کنواری نہیں ہوتی ہے۔''

''پلیز ہلڈا! مجھے مجبور مت کرو۔''

''ٹھیک ہے۔ تم یہ دلیہ دیکھو میں آتی ہوں۔'' ہلڈا اسے چمچ تھما کر بولی۔ وہ دس منٹ بعد آئی تو اس کے پاس اعشاریہ بائیس کا چھوٹا پستول تھا۔ ''یہ چلانے میں آسان ہے۔'' ہلڈا بولی۔

''فکر مت کرو۔'' شیلا نے پستول لپیٹ لیا۔ ''مجھے مشین گن تک چلانی آتی ہے اور میرا نشانہ بھی برا نہیں ہے۔ دس گز کے فاصلے سے آدمی کا دل چھید سکتی ہوں۔''

''پلیز شیلا! کوشش کرنا ایسی کوئی نوبت نہ آئے۔'' ہلڈا روہانسی ہو رہی تھی۔

''میں کیا کر سکتی ہوں ہلڈا! جب سے زمان سے ملی ہوں کسی اور مرد کا تصور میرے لیے جہنم سے کم نہیں ہے۔''

شیلا باہر نکلی۔ ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ کیا کرے۔ اسے ٹونر آتا نظر آیا۔ اس کے تیور خراب تھے۔ ''ڈیڑھ گھنٹا ہو چکا ہے۔''

''مجھے مریضوں کو دیکھنا تھا۔'' شیلا نرمی سے بولی۔ ''وہ میری ذمے داری ہیں۔ ابھی بھی دو مریضوں کی پٹیاں بدلنی ہیں۔''

''گولی مارو انہیں، مرنے دو۔'' ٹونر بے رحمی سے بولا۔

''لیفٹیننٹ! اگر وہ مر گئے اور ہم بچ گئے تو کیا ان کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا۔ اس وقت میں کیا کہوں گی کہ تم نے مجھے مجبور کیا تھا۔ میں مریضوں کو چھوڑ کر تمہاری دلجوئی کروں۔''

ٹونر چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ ''شیلا! اگر تم بہانہ نہیں کر رہی ہو تو اچھی بات ہے لیکن میں تمہیں اس کام کے لیے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔'' وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور چلا گیا۔ شیلا زخمیوں والے کمرے میں آگئی۔ دونوں میں سے ایک لازماً زخمیوں والے کمرے میں موجود رہا کرتی تھی کہ نہ جانے کس وقت کس مریض کو ان کی ضرورت پڑ جائے۔ رچ اب سو رہا تھا۔ کچھ زخمی جاگ رہے تھے اور آنکھیں کھولے چھت کی طرف گھور رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر مایوس اور ناامید تھے۔ ہلڈا اور شیلا کی کوششیں بھی انہیں زندگی کا یقین دلانے میں ناکام رہی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ ڈاکٹر اور دواؤں کے بغیر وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہیں گے۔ شیلا نے پستول اپنے اسکرٹ میں چھپا رکھا تھا۔ اس نے دو زخمیوں کی پٹیاں بلاوجہ تبدیل کیں۔ اس دوران میں ہلڈا وہاں آگئی۔ وہ بھی پریشان لگ رہی تھی۔

''ابھی ٹونر کے ساتھی آئے تھے۔ وہ کہہ رہے کہ رات میں..... ان کے ساتھ.....'' ہلڈا بولتے بولتے رک گئی تھی۔

''یہ لوگ درندے ہیں۔'' شیلا غصے سے بولی۔ ''کاش میجر ان کو چھوڑ کر نہ جاتا۔''

''ان حالات میں سب ہی درندے ثابت ہوتے۔'' ہلڈا تلخی سے بولی تھی۔ ''تم میجر پارکر کو کم سمجھتی ہو۔''

شیلا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”تو کیا میجر بھی.....؟“

”ہاں وہ مہذب درندہ ہے۔ اپنی حیثیت کی آڑ میں شکار کرتا ہے۔“

”ہلڈا! ہمیں ان سے نمٹنا ہوگا۔“ شیلا نے اپنے اسکرٹ کو تھپکا۔

”ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اگر ان کو مار دیا تو ہمیں بخش دیا جائے گا۔“ ہلڈا بے حد مایوس تھی۔ ”ہمارے لیے کوئی راہ نہیں ہے۔“

شیلا باہر نکل آئی تھی۔ وہ آنے والے وقت سے ڈر رہی تھی۔ خود کو حوصلہ دے رہی تھی کہ اس نے ہر صورت میں خود کو ٹونر سے بچانا ہے۔ وہ کنوئیں کے پاس آئی۔ اب وہاں پر ٹونر کے دوسرے ساتھی نہا رہے تھے۔ شیلا نے ان سے کہا۔

”یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ! پانی ضائع مت کرو۔“

وہ ہنسنے لگے۔ ”فکر نہ کرو۔ ہم سے اس کا حساب کوئی نہیں لے گا۔“ ایک نے کہا۔

”پانی کی فکر مت کرو۔“ ٹونر نے عقب سے اس کا بازو پکڑ لیا۔ ”اگر تم چاہو تو بعد میں نہا سکتی ہو۔“ اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ شیلا نے ایک جھٹکے سے اس سے بازو چھڑا لیا اور پیچھے ہٹ کر اسکرٹ سے پستول نکال لیا۔

”اب میرے پاس آئے تو اچھا نہیں ہوگا۔“ اس نے دانت پیس کر کہا۔

”اوہ..... ہو..... اب تم بھی ہتھیار چلاؤ گی۔“ ٹونر کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

”میں چلا سکتی ہوں۔“ شیلا نے فائر کیا جو ٹونر کے پیروں کے پاس لگا تھا۔ وہ اُچھل کر پیچھے ہٹا۔

”بے بی! تم اپنے حق میں برا کر رہی ہو۔“ ٹونر کا لہجہ خوفناک تھا۔

شیلا، ٹونر کے ساتھیوں کی طرف سے لاپروا ہوئی تھی کہ ایک نے اس پر گیلی مٹی کا گولا کھینچ کر مارا جو اس کی پشت پر لگا۔ شیلا لڑکھڑا گئی۔ ٹونر نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس سے پستول چھین لیا اور وہ آسانی سے اس کے ہاتھ میں آ بھی گیا تھا مگر اس سے پہلے ایک فائر ہو چکا تھا۔ ٹونر لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ اس نے حیرت سے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔ جب ہٹایا تو اس کا ہاتھ خون سے بھر گیا تھا۔

”میرے خدا!“ اس کے منہ سے نکلا۔

”تم جیسے شخص کو خدا یاد آتا ہے۔“ شیلا نفرت سے بولی۔

”یہ کیا کیا؟“ ٹونر کے ساتھی اس کی طرف لپکے۔

”دور رہو۔“ ٹونر نے دانت پیسے اور پستول شیلا کی طرف سیدھا کیا۔ ”میں اس کتیا کو ابھی سزا دیتا ہوں۔“ شیلا پیچھے ہٹی تھی مگر کسی نے اسے آگے دھکا دیا۔ ٹونر مسکرایا۔ اس کے انداز میں سفاکی تھی۔ اس نے پستول سیدھا کیا۔ شیلا نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ دھماکے کی منتظر تھی۔ اسے اطمینان تھا اس نے ٹونر کو اس کے عزائم میں ناکام بنا دیا ہے۔ اب اسے مرنے کا غم بھی نہیں تھا مگر پستول چلنے کے بجائے اسے جیپوں کی غراہٹ سنائی دی اور اس نے زمان کی دھاڑ سنی تھی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ ٹونر! پستول نیچے کرو۔“

”اس کتیا نے مجھے گولی ماری ہے۔“ ٹونر غرایا۔ ”میں اسے.....“ اس کا جملہ ادھورا رہ گیا تھا کیونکہ زمان نے اپنا پستول نکال کر اس کا سر اڑا دیا تھا۔ شیلا کے لیے کتیا کا لفظ سن کر اس کا دماغ اُڑ گیا تھا۔ اس نے پستول واپس رکھا اور ٹونر کے ساتھیوں کو حکم دیا۔

”اسے دفنا دو اور ہاں تم لوگوں سے بعد میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اپنے ہتھیار کالنگا کے حوالے کر دو۔“

شیلا کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب ٹونر کی لاش دھماکے سے گری تو اسے ہوش آیا اور وہ دوڑ کر زمان سے لپٹ گئی تھی۔

”زمان! تم آ گئے ورنہ یہ مجھے مار دیتا۔ یہ میری عزت کے درپے تھا۔ میں نے اس پر پستول نکالا۔ ان میں سے کسی نے مجھے گچھ مارا۔ ٹونر نے پستول چھیننے کی کوشش کی اور مجھ سے گولی چل گئی۔“ شیلا نے جلدی جلدی اسے بتایا۔

”تم فکر نہ کرو۔ کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔“

”لیکن کیپٹن! تمہیں اس قتل کا جواب دینا پڑے گا۔“ ٹونر کے ایک ساتھی نے گستاخانہ لہجے میں کہا۔ ٹونر کی لاش دفنانے کے لیے لے جائی جا رہی تھی۔

”سر کہو۔“ زمان نے سرد لہجے میں کہا۔ ”اور جہاں تک جواب دہی کا تعلق ہے تو جرمنوں سے بچ گئے تو..... وہ چوکی کی طرف آ رہے ہیں۔“

”جرمن!“ ان کے چہرے سفید پڑ گئے اور کندھے جھک گئے۔ زمان فوری طور پر مشین گنیں نصب کروانے لگا۔ کالنگا ٹونر کی لاش دفن کروا رہا تھا۔ اس نے ٹونر کے تینوں ساتھیوں سے ہتھیار لے کر انہیں کنوئیں میں اتار دیا تھا کہ وہ پانی جمع کریں۔ پانی کے اسراف پر اس نے تینوں سے سختی سے پوچھا تھا اور انہیں وارننگ دی تھی کہ اب ایک قطرہ بھی

ضائع کیا تو ان کا پانی بند کر دیا جائے گا۔ کالنگا نے انہیں سزا سنائی کہ جب تک وہ ضائع ہونے والے پانی کے کین دوبارہ نہیں بھریں گے انہیں پانی نہیں ملے گا۔ کالنگا کے ساتھ آنے والے سپاہیوں نے پھرتی سے مشین گنیں اور مارٹر نصب کیے تھے۔ زمان نے مارٹر گنوئیں کے نزدیک اس طرح فٹ کرائے تھے کہ ان سے دائیں اور سامنے کی طرف آسانی سے حملہ کیا جا سکے۔ اس کا اندازہ تھا کہ میجر پار کر باقی افراد کو لے کر کم سے کم ڈیڑھ گھنٹے بعد پہنچے گا۔ اس نے مشین گنوں اور مارٹر پر آدمی لگا دیے تھے۔ اس کے بعد اس نے ٹرک اور گاڑیاں درمیانی اور جنوبی عمارت کے درمیان والے کھلے میدان میں پارک کرائیں۔ یہ جگہ چوکی کے باہر سے براہِ راست حملے سے محفوظ تھی۔ عقبی حصے میں یہ گاڑیاں بہ آسانی جرمنوں کا نشانہ بن جاتیں۔ شیلا اس کے ساتھ لگی تھی۔ آخر زمان کو اسے کہنا پڑا کہ وہ اندر جائے کیونکہ عین ممکن تھا جرمن آتے ہی حملہ کر دیتے۔

''میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تم میری نظروں سے دور ہوئے تو پھر گم ہو جاؤ گے۔''

''زخمیوں کو تمہاری ضرورت ہے۔'' اس نے نرمی سے یاد دلایا۔ ''بلڈ ایبے چاری اکیلی ہے۔''

شیلا بادلِ ناخواستہ اندر چلی گئی۔ زمان لیفٹیننٹ کالنگا کے ہمراہ آبزرویشن پوسٹ میں آ گیا۔ مشرقی اُفق سے چاند نمودار ہو رہا تھا۔ ابھی سورج کی روشنی مغربی اُفق پر واضح تھی لیکن پورے چاند نے مشرقی اُفق کو بھی روشن کر دیا تھا لہٰذا کسی طرف بھی ایک میل تک سب کچھ واضح نظر آ رہا تھا۔ کالنگا اور زمان دوربینوں سے اردگرد پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ سات بجے کے قریب کالنگا نے شمال کی جانب سے گرد و غبار اُڑتے دیکھا۔

''کوئی قافلہ اس طرف آ رہا ہے سر!'' اس نے زمان کو مطلع کیا۔ زمان نے دوربین اس طرف گھمادی۔ فضا میں اس طرح گرد اڑ رہی تھی جیسے کوئی قافلہ ریت پر سفر کر رہا ہو۔ ان کے دل دھڑک اٹھے تھے۔

''اگر یہ جرمن ہوئے سر؟'' کالنگا کا لہجہ سوالیہ تھا۔

''تب بھی ہمیں ان کو چوکی پر قبضے سے حتی الامکان روکنا ہوگا۔''

''یس سر!'' کالنگا نے دوبارہ شمالی اُفق کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ''سر! مجھے چند بڑے ہیولے نظر آ رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ ٹرک ہوں یا ٹینک۔ اگر یہ ٹینک ہیں تو لازماً جرمن ہیں۔ ان کی تعداد چار ہے۔''

''یہ ہمارا دستہ ہے۔'' زمان نے یقین سے کہا۔ ''دو ٹرک اور دو ٹینک۔''

زمان کا اندازہ درست نکلا تھا۔ پندرہ منٹ بعد میجر پار کر چوکی کے احاطے میں ٹرک سے اتر رہا تھا۔ سپاہی فوری طور پر مورچوں میں چلے گئے۔ ان کی پوزیشنیں پہلے سے طے تھیں۔ دونوں ٹینک چوکی کے مین گیٹ کے دائیں بائیں کھڑے کر دیے گئے تھے اور ٹرک دوسری گاڑیوں والی جگہ پہنچا دیے گئے تھے۔

☆☆☆

''تم نے اسے شوٹ کیوں کیا؟'' میجر پار کر چلایا۔ ''تم جانتے ہو جرمنوں سے مقابلے کے لیے ہمیں ایک ایک فرد کی ضرورت ہوگی۔''

''سر! وہ شیلا کو شوٹ کرنے والا تھا اس وجہ سے مجھے اس پر گولی چلانی پڑی۔''

''یہ سارا قصور شیلا کا ہے۔ اسے مزاحمت نہیں کرنی چاہیے تھی۔'' میجر پار کر بولا۔ ''نہ وہ مزاحمت کرتی نہ یہ حادثہ پیش آتا۔''

''سر..... ایک نرس کا جنسی استحصال آپ کی نظر میں اتنا سنگین جرم نہ ہو تب بھی اس نے دو سنگین جرم کیے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے اسلحہ لے لینے اور انسانوں کے لیے قیمتی پانی ضائع کرنا۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سے ایک سو افراد کی جان خطرے میں پڑ گئی تھی اور اس پر وہ سزائے موت کے حقدار ہیں۔''

''کیپٹن! اگر ہم اس جنگ میں بچ گئے تو تمہیں احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' میجر پار کر کا لہجہ سرد تھا۔

''میجر سر! میں ہر احتساب کے لیے تیار ہوں۔ میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں نے درست فیصلہ کیا تھا۔''

چوکی کی چار دیواری میں بنے مورچوں میں دو دو سپاہی مشین گنوں اور رائفلوں کے ساتھ لگا دیے گئے تھے۔ میجر کے ساتھ آنے والے مارٹرز بھی مناسب جگہوں پر نصب کر دیے گئے تھے۔ میجر نے سختی سے بلیک آؤٹ کا حکم دے رکھا تھا۔ صرف اندرونی کمروں میں مشعلیں روشن تھیں جن کی روشنی باہر نہ آ سکے۔ میجر سے بات کر کے کیپٹن زمان پھر آبزرویشن پوسٹ پر آ گیا تھا۔ سو سے زائد افراد کے آنے سے پانی کا بڑا ذخیرہ دیکھتے ہی دیکھتے صاف ہو گیا تھا۔ سپاہی اپنے کوٹے سے زیادہ پانی پی رہے تھے اور فی الوقت انہیں روکا بھی نہیں جا سکتا تھا جرمنوں کے خطرے کے سامنے سپاہیوں میں بے دلی بے حد خطرناک ہو سکتی تھی۔ زمان نے اوپر آنے سے پہلے

ایک ایک مورچے میں جا کر جوانوں کا حوصلہ بڑھایا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ سفید فام سپاہیوں کے حوصلے پست تھے۔ وہ متوقع جرمن حملے سے خوفزدہ نظر آ رہے تھے جبکہ افریقی سپاہیوں کے حوصلے بلند تھے اور وہ جرمنوں سے مقابلے کے لیے پُرعزم تھے حالانکہ یہ ان کی جنگ نہیں تھی۔ خطے پر انگریز قابض ہوں یا جرمن انہیں اس سے خاص فرق نہیں پڑتا تھا لیکن وہ انگریزوں سے کیے عہدِ وفاداری کو آخری دم تک نبھانے کے لیے مستعد تھے۔

''سر! مجھے میجر اور سفید فام سپاہیوں کی جانب سے خطرہ ہے۔'' لیفٹیننٹ کالنگا نے اس سے کہا۔ وہ دوربینوں سے چاروں طرف نظر رکھے ہوئے تھے۔ ''وہ ابھی سے حوصلہ ہار رہے ہیں۔ جرمن سامنے آئے تو یہ ہتھیار بھی ڈال سکتے ہیں۔''

''یہ فیصلہ وہ اکیلے نہیں کر سکتے۔'' زمان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''میں نے سفید فام سپاہیوں کو بانٹ دیا ہے۔ وہ ایک جگہ نہیں ہیں۔''

''اگر میجر نے فیصلہ کر لیا تو؟'' کالنگا نے پوچھا۔

''تو ہم اسے ٹیک اوور کر لیں گے۔'' زمان نے پھر اسی انداز میں کہا۔

رات کا کھانا جو دلیے اور تلے ہوئے آلوؤں پر مشتمل تھا، اوپر ہی کھایا تھا۔ کھانے کے بعد شیلا ان کے لیے کافی لائی تھی۔

''زخمیوں کی کیا کنڈیشن ہے؟''

''وہ خوفزدہ ہیں مگر جو صحیح سلامت ہیں وہ ان سے زیادہ خوفزدہ ہیں۔ مجھے ڈر ہے جرمنوں کو سامنے دیکھ کر یہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ زمان! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ جرمن بھی درندے ہوتے ہیں۔''

''تم فکر نہ کرو۔ جب تک میں زندہ ہوں ہم جرمنوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔''

شیلا، کالنگا کی وجہ سے جھجکی پھر زمان کے سینے سے لگ گئی۔ ''زمان! تم سے ملنے کے بعد میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں کوئی اور مرد مجھے چھوئے۔ اس پر میں موت کو ترجیح دوں گی۔''

زمان جھینپ رہا تھا۔ کالنگا نے رُخ دوسری طرف کر لیا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

''شیلا! میں نے کہا نا جب تک میں زندہ ہوں تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''سچ زمان!'' شیلا نے سرگوشی کی۔ وہ مزید بے تکلفی پر آمادہ تھی مگر زمان نے اسے نرمی سے الگ کر دیا۔

''شیلا! اب تم نیچے جاؤ اور اگر لڑائی چھڑ جائے تو باہر مت آنا۔''

شیلا نیچے گئی تو زمان نے کھسیا کر کالنگا کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ ''سر! عورت گوری ہو یا کالی، عورت ہی ہوتی ہے۔''

''کیا تمہاری زندگی میں کوئی عورت آئی ہے؟''

کالنگا ہنسا ''عورت سے کون بچ سکتا ہے۔ ایک پیچھے میری جان کو رو رہی ہوگی۔ میں کمانے کے لیے پانچ سال پہلے گھر سے نکلا تھا، اب تک واپس نہیں جا سکا۔''

''دیکھو کب جانا نصیب ہوتا ہے..... یا نہیں ہوتا'' زمان نے کافی کی چسکی لی ''میرا خیال ہے جرمن آ بھی گئے تو تاریکی میں حملہ نہیں کریں گے۔''

''جرمن دن میں حملہ کرنا پسند کرتے ہیں'' کالنگا نے اس کی تائید کی ''اس طرح انہیں اپنا ہدف واضح نظر آتا ہے۔ وہ اسے سو فیصد یقین سے تباہ کر سکتے ہیں۔''

''کیا تم جرمنوں کا سامنا کر چکے ہو؟'' زمان نے دلچسپی سے پوچھا۔

''شمالی مغربی افریقہ میں..... جرمنوں نے ہمارے مستقر پر حملہ کیا تھا۔ ہمارے ساتھ فرانسیسی رضاکار بھی تھے۔ مکار انگریزوں نے انہیں آگے رکھا اور اسلحہ بھی معمولی سا دیا تھا۔ انہوں نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا تھا مگر جرمنوں نے انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ اس کے بعد برٹش فورس نے اپنے سیاہ فام دستوں کو آگے کیا۔ میں ایک پلاٹون کی کمان کر رہا تھا۔ جب ہم نے شدید لڑائی کے بعد جرمن دستوں کو پسپا کیا تو میرے دستے کے صرف چار افراد زندہ بچے تھے۔ میں بھی زخمی تھا۔ چار مہینے ایک فیلڈ اسپتال میں پڑا رہا۔ زخم بھر گئے تو اپنی کمپنی کے ساتھ مصر بھیج دیا گیا۔''

''ہم سب برٹش مفادات کی بساط پر چلنے والے مہرے ہیں۔ ایک پٹ جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرے مہرے آ جاتے ہیں۔ ہم بساط کے مہروں سے بھی زیادہ بے بس ہیں۔''

جرمنوں کی آمد کے آثار رات دو بجے نمودار ہوئے تھے۔ اس وقت زمان سونے کے لیے جا چکا تھا۔ جرمنوں کی آمد محسوس کرتے ہی ریڈ الرٹ کر دیا گیا تھا۔ جو سو رہے تھے، ہڑبڑا کر بھاگے۔ سب اپنے اپنے مورچوں میں پہنچ گئے تھے۔ زمان نے آبزرویشن پوسٹ کا رخ کیا تھا۔ وہاں میجر پار کر اور کیپٹن جونز بھی موجود تھے۔ جرمنوں کے ٹینک اور ٹرکس نمودار ہو رہے تھے، وہ کسی قدر شمال مغرب سے آئے تھے۔

جہاں ریت نے ڈھلان کی صورت اختیار کی تھی' وہاں جرمن مشینی دستے رکنے لگے۔ ذرا سی دیر میں ڈھلان کا اوپری سرا ان سے بھر گیا۔

''یہ ہمارا جائزہ لے رہے ہیں'' زمان نے کہا۔

''کیا یہ ہماری یہاں موجودگی بھانپ گئے ہیں؟'' میجر پارکر کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''اس کے لیے صرف ٹرکوں اور ٹینکوں سے بننے والے ریت کے نشانات کافی ہیں'' زمان نے ملائمت سے کہا ''اب یہ لوگ اندازہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہماری طاقت کیا ہے۔ ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ ہم جرمنوں کو مخمصے میں رکھیں۔ انہیں اپنی درست تعداد اور اسلحے کا اندازہ نہ ہونے دیں۔''

''ہماری اصل طاقت پانی ہے'' کالنگا نے کہا ''جرمن پیاسے ہیں اور پانی کے ذریعے ہم ان سے سودے بازی کرسکتے ہیں۔''

''تم سے کسی نے پوچھا نہیں ہے لیفٹیننٹ!'' کیپٹن جونز سرد لہجے میں بولا ''پلیز! کوائٹ ناؤ۔''

کالنگا نے معنی خیز نظروں سے زمان کی طرف دیکھا۔ اس نے پارکر سے کہا ''میجر' اس وقت ہم دشمن کے سامنے ہیں اور اس سے لڑنے کے لیے معقول تجویز پیش کرنے والے کا رینک دیکھنے والے میرے نزدیک احمق ہوتے ہیں؟''

''تم مجھے احمق کہہ رہے ہو؟'' کیپٹن جونز غرایا۔

''پلیز آفیسرز! اپنے وقار کا خیال رکھیں'' میجر پارکر نے ناگواری سے کہا۔

جرمن دستے بتدریج چوکی کے گرد پھیل رہے تھے۔ انہوں نے اپنے مشینی دستے کو پیچھے ہٹا کر نظروں سے اوجھل کردیا تھا۔ وہ انہیں محفوظ مقام پر رکھنا چاہتے تھے۔ انہیں سب سے زیادہ خطرہ ٹینکوں اور مارٹرز سے تھا۔ جرمن ان چیزوں میں مہارت کی وجہ سے پورے یورپ پر قابض ہوگئے تھے۔ زمان نے میجر سے کہا ''سر! سپاہیوں کی نصف تعداد کو آرام کرنے دیا جائے تاکہ جرمن جب صبح حملہ کریں تو وہ تازہ دم ہوں۔''

''اگر جرمنوں نے ابھی حملہ کردیا تو؟'' کیپٹن جونز نے اعتراض کیا۔

''عام طور سے جرمن رات کو حملہ نہیں کرتے۔ خاص طور سے جب وہ دشمن کی پوری طاقت سے ناواقف ہوں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم جرمنوں کے بارے میں درست طور پر جانتے ہیں اور وہ ہمارے بارے میں نہیں جانتے۔''

''زمان' درست کہہ رہے ہو۔ سپاہیوں کو باری باری آرام کرکے تازہ دم ہوجانا چاہیے۔ تاکہ کل وہ جنگ میں بھرپور حصہ لے سکیں۔''

طے ہوا کہ سپاہی باری باری دو گھنٹے کے لیے آرام کریں گے۔ کنوئیں سے نکالے جانے والے پانی کے ذخیرے کو مورچوں میں تقسیم کردیا گیا تھا تاکہ سپاہیوں کو پانی کا مسئلہ نہ ہو۔ انہیں مونگ پھلی' بنولے کے بیج اور خشک دودھ کا راشن بھی دے دیا گیا تھا۔ چھ سپاہی مورچوں کے درمیان سرنگیں کھودرہے تھے۔ تاکہ اوپر آنے کا خطرہ مول لیے بغیر ایک مورچے سے دوسرے مورچے تک جایا جاسکے۔ دیواری مورچوں میں تعینات سپاہیوں کو پوری طرح چوکس رہنے کو کہا گیا۔ نفری کی کمی کی وجہ معمولی زخمی سپاہی بھی ڈیوٹی پر تھے۔ کل ایک سو دس افراد تھے۔ ان کے علاوہ انیس زخمی تھے۔ دو نرسیں الگ سے تھیں۔ جرمنوں کی آمد کا سن کر ہی سب الرٹ ہوگئے تھے۔ زمان درمیانی عمارت کے لاک اپ میں قید اطالوی سپاہیوں کے پاس پہنچا۔

''جرمن آگئے ہیں'' اس نے ان سے کہا ''تمہیں پتا ہے اگر ہمیں شکست ہوگئی اور انہوں نے یہ جان لیا کہ تم نے ہمیں ان کے بارے میں بتایا ہے تو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟''

ترجمان کے توسط سے یہ سن کر البرونو اور اس کے ساتھی لرز گئے۔ ''وہ ہمیں شوٹ کردیں گے' اطالویوں کے لیے ان کا رویہ درست نہیں ہے۔''

''اس لیے اب تم مکمل طور پر ہمارا ساتھ دو۔ یہ بتاؤ کہ ان لوگوں میں جرمن کتنے ہیں اور اطالوی کتنے؟ ان کے پاس پانی کی کیا صورتِ حال ہے؟''

''تقریباً ساڑھے چار سو جرمن اور ڈیڑھ سو اطالوی ہیں'' البرونو نے بتایا ''پانی اتنا تھا کہ اب تک لازماً ختم ہوگیا ہوگا۔ صرف افسران کے لیے کچھ پانی محفوظ تھا۔ اگر جرمن آچکے ہیں تو یقین کرو وہ پانی کی وجہ سے جلد از جلد حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔''

زمان تشویش میں پڑ گیا۔ اگر البرونو کا تجزیہ درست تھا تو جرمن صبح سے پہلے بھی حملہ کرسکتے تھے۔ وہ فوری طور پر آبزرویشن پوسٹ پر پہنچا۔ وہاں کالنگا نے اس کی فکر کو بڑھا دیا ''کیپٹن! جرمن حرکت کررہے ہیں۔ کئی بار ان کے دستے ڈھلان کے اس طرف آچکے ہیں لیکن فوراً واپس چلے جاتے ہیں۔''

''شاید وہ ہمارا ردِعمل جاننا چاہ رہے ہیں۔ تمام پوزیشنوں پر حکم پہنچادو جب تک ہماری طرف سے ریڈ فلیئر

فائر نہ کیا جائے' حملہ نہ کریں۔''

کالنگا نے اپنا قاصد روانہ کردیا۔ زمان دوربین سے معائنہ کرنے لگا۔ جرمن جس طرح حرکت کررہے تھے' اس سے ان کے عزائم جارحانہ لگ رہے تھے۔ وہ ریت کے ٹیلوں کے پیچھے اپنی پوزیشنیں مضبوط کررہے تھے البتہ ان کی گاڑیاں اور ٹینک نظروں سے اوجھل تھے۔ انہیں شاید ریت کے بڑے ٹیلوں کے پیچھے چھپادیا گیا تھا۔ اچانک زمان نے ایک ٹیلے کے عقب سے دو افراد کو نمودار ہوتے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے بڑا سا سفید جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ ان کا رخ چوکی کے دروازے کی طرف تھا۔ وہ صلح کے لیے آرہے تھے مگر زمان کی چھٹی حس نے اسے خبردار کیا۔ اس طرح وہ چوکی میں ان کی جنگی طاقت کا جائزہ لینے آرہے تھے۔ وہ نیچے کی طرف لپکا اور میجر پارکر کو بتا کر بولا ''میجر' انہیں چوکی سے دور روکنا ہوگا۔ یہ اندر نہ آنے پائیں۔''

''اس صورت میں بات کرنے کے لیے ہمارے کسی آدمی کو باہر جانا ہوگا۔''

''ضرور جائے..... لیکن یہ اندر نہ آئیں۔ مین گیٹ سے ذرا فاصلے پر رہیں۔ اس دوران میں گیٹ کے سامنے ہمارے آدمی اس طرح نقل و حرکت کریں جس سے آنے والے جرمنوں کو یہ تاثر ملے کہ ہماری نفری کافی زیادہ ہے اور جنگ کے لیے بھرپور تیار ہے۔''

''صلح کی پیش کش'' میجر پارکر نے زیرِلب کہا ''کیپٹن کیا ہم ان سے صلح نہیں کرسکتے' میرا مطلب ہے.....''

''میجر! آپ جانتے ہیں' جرمنوں کی پہلی شرط یہی ہوگی کہ ہم ہتھیار ڈال دیں۔ اس کے بعد وہ ہم سے ہر سلوک کرنے کے لیے آزاد ہوں گے'' زمان کے لہجے میں تلخی تھی۔

''دوسری جانب ہماری طرف سے کیا مطالبہ کیا جاسکتا ہے؟'' پارکر نے سوال کیا۔

''سر' ہم ایک کام کرسکتے ہیں۔ ہم جرمنوں کو پیش کش کرسکتے ہیں کہ وہ ہم سے پانی لے کر یہاں سے چلے جائیں۔'' کیپٹن جونز نے تجویز پیش کی۔

''کیا چھ سو آدمیوں کے لیے پانی کی اس مقدار کا کیپٹن صاحب کو اندازہ ہے' جس پر وہ یہاں سے جانے کے لیے آمادہ ہوسکیں'' زمان نے طنز کیا ''ایک سپاہی کے لیے دو لیٹرز بھی فرض کرلیا جائے تب بھی چار دن کا پانی مہیا کرنے میں ہمیں پورا ایک ہفتہ لگے گا بشرطیکہ اس دوران میں ہم اس پانی سے ایک قطرہ نہ استعمال کریں۔''

کیپٹن جونز کھسیا گیا ''میں نے..... تجویز دی تھی۔''

''میجر! اگر جرمن چوکی پر حملہ کرکے اس پر قابض ہو بھی گئے تو آپ اندازہ کرسکتے ہیں' سب سے پہلے ہمارا پانی بند ہوگا۔ جرمنوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ یہ پانی ان کے لیے.. بھی ناکافی ہوگا۔''

بات میجر پارکر کی سمجھ میں آگئی۔ اس نے فوری طور پر بات کرنے کی ذمے داری زمان کے سر ڈال دی ''ان سے بات کرو اور اپنی طرف سے جو مناسب' سمجھو کہو۔''

''میجر! یہ درست نہیں ہے'' کیپٹن جونز نے احتجاج کیا ''کیپٹن زمان جرمنوں کو ٹھکرا دیں گے' رگا اور وہ چوکی پر حملہ کردیں گے۔''

''شٹ اپ کیپٹن! کیا تم زمان کی جگہ جرمنوں سے بات کرسکتے ہو؟''

''نو سر!'' اس نے جلدی سے کہا ''مجھے جرمن زبان نہیں آتی ہے۔''

''جرمن زبان نہیں' بات کرنا آتا ہو'' زمان نے کہا اور میجر پارکر کے خیمے سے باہر آگیا۔ اس نے اپنا خیمہ شمالی اور درمیانی عمارت کے درمیان ریت کے دو ٹیلوں کے درمیان لگوایا تھا۔ ان ٹیلوں پر مزید ریت ڈال کر انہیں بلند کیا جارہا تھا۔ زمان نے ایک افریقی سارجنٹ کو طلب کرکے اسے سمجھایا کہ اس نے کس طرح اپنے جوانوں کی مدد سے مین گیٹ کے سامنے ایسا تاثر دینا ہے کہ جیسے چوکی میں بڑے پیمانے پر جنگی کارروائیاں جاری ہیں۔ ان میں ٹینکوں اور ٹرکوں کی نقل و حرکت بھی تھی۔ اگر چہ دن کی روشنی میں جرمنوں پر خاصی حد تک بھید کھل جاتا۔ زمان کا مقصد یہی تھا کہ جرمن حملے میں زیادہ سے زیادہ تاخیر ہو۔ جتنی دیر ہوگی' ان کی سپاہ پیاس سے اتنی ہی بے حال ہوتی جاتی۔ پیاسے سپاہی زیادہ دیر لڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

اس نے جرمن زبان جاننے والے ایک گورے سپاہی کو ساتھ لیا۔ جرمن پرچم بردار مین گیٹ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر رکے تھے۔ زمان نے نزدیکی مورچے میں تعینات سپاہیوں کو حکم دیا ''اگر جرمن دھوکا کریں اور ہمیں ماردیں تو ان کو بچ کر نکلنے مت دینا۔''

''یس سر!'' مورچے کے مشین گنر نے جواب دیا۔

زمان خان ترجمان کے ساتھ مین گیٹ سے تقریباً پچاس گز آگے گیا اور پھر رک گیا۔ یہ مناسب فاصلہ تھا' یہاں مین گیٹ کے اندر ہونے والی سرگرمیاں نظر آرہی تھیں لیکن واضح نہیں تھیں۔ جرمن آگے نہیں بڑھے تو ترجمان نے زمان کے اشارے پر کہا ''تم لوگوں نے اگر بات کرنی ہے تو یہاں

آؤ۔"

"تم لوگ یہاں کیوں نہیں آتے؟" پرچم بردار کے ساتھ والا جرمن جواباً چلایا "ہم بات کرنے آئے ہیں۔"

"تمہاری مرضی" زمان نے کہا اور واپس جانے کے لیے مڑا تھا کہ جرمن بلند آواز سے بولا۔

"ٹھیک ہے' ہم آرہے ہیں۔"

چند لمحے بعد وہ ان کے سامنے تھا۔ زمان نے اس کے بیجز سے اندازہ لگایا کہ وہ کرنل تھا اور کمپنی میں ایک ہی کرنل ہوسکتا تھا یعنی وہ کمپنی کمانڈر کرنل بوئر تھا۔ ایک لمحے کو زمان کے دل میں آیا کہ اسے یہیں ڈھیر کردے مگر یہ کھلا اعلانِ جنگ اور جنگی اصولوں کے خلاف ہوتا۔ صلح کے ایلچیوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ زمان نے سرد لہجے میں پوچھا "ویل' کرنل تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم صلح صفائی سے اس چوکی پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"صلح صفائی سے؟" زمان طنزیہ انداز میں مسکرایا "کرنل ..... سر! کیا برطانیہ عظمیٰ نے یہ چوکی کثیر خرچے سے اس لیے بنائی تھی کہ اسے صلح صفائی سے جرمنوں کے حوالے کردے۔"

"دوسری صورت میں جنگ ہوگی" کرنل بوئر کے لہجے میں دھمکی تھی "کیا تم جنگ کے لیے تیار ہو۔"

"کرنل' اگر تم جنگ چاہتے ہو تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں لیکن ہم جانتے ہیں' تمہاری پیاسی سپاہ زیادہ دیر تک ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے۔"

کرنل بوئر چونکا "تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"کرنل سر! ہماری قوت صرف اس چوکی تک محدود نہیں ہے۔ صحرا میں ہمارے گشتی دستے بھی ہیں۔ کل ایک دستے نے تین اطالوی سپاہیوں کو گرفتار کیا تھا۔"

"وہ تمہارے پاس ہیں" کرنل بوئر غرایا "غدار.....!"

"بہرحال کرنل! اگر تم صلح کرنا چاہتے ہو تو صلح تمہاری نہیں ہماری شرائط پر ہوگی۔"

"تمہاری کیا شرائط ہیں؟" کرنل بوئر چونکا' اس کی نظریں چوکی کے اندر جاری نقل وحرکت پر مرکوز تھیں۔

"کرنل بوئر! اپنا تمام بھاری اسلحہ ہمارے حوالے کردو۔ اس کے بدلے ہم تمہیں اتنا پانی دے دیں گے کہ تم صحرا عبور کرکے اپنے دستوں سے جاملو۔"

"میں حملہ کرکے تمہاری چوکی پر قبضہ کیوں نہ کرلوں؟..... اس طرح مجھے پانی بھی مل جائے گا اور یہ چوکی بھی۔"

"ضرور..... اگر تم پانی کے لیے اپنے سپاہیوں کا خون بہانا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کرنل! میں بتادوں پانی تمہیں پھر بھی نہیں ملے گا۔"

"کیا اس وقت ہمیں تھوڑا پانی مل سکتا ہے؟" کرنل نے پرامید لہجے میں پوچھا۔

"مل سکتا ہے لیکن مفت میں نہیں..... اس کے بدلے تمہیں اپنا کوئی نہ کوئی ہتھیار ہمارے حوالے کرنا پڑے گا۔"

"جرمن اپنا ہتھیار کسی کے حوالے نہیں کرتے" کرنل بوئر تن کر بولا۔

"تب اتحادی بھی اپنا پانی کسی کو نہیں دیتے" زمان نے رکھائی سے جواب دیا۔

کرنل بوئر نے غور سے اسے دیکھا "میرا خیال ہے تم گورے نہیں ہو' کسی ایشیائی نسل سے تعلق ہے تمہارا..... پھر تم ان لوگوں کے لیے کیوں مررہے ہو' جو تمہیں غلام بنائے ہوئے ہیں۔ جرمنی نے آج تک کسی ایشیائی یا افریقی ملک کو غلام نہیں بنایا۔"

"پلیز کرنل! سیاست نہیں..... ہم سپاہی ہیں' ہمیں اپنے شعبے کے بارے میں بات کرنی چاہیے۔"

"میں تمہیں آدھے گھنٹے کے بعد جواب دوں گا" کرنل بوئر واپس چلا گیا۔

زمان اندر آیا اور میجر پارکر کو اپنی گفتگو سے آگاہ کیا' وہ خوش نظر آنے لگا "ویل ڈن کیپٹن!"

"جب صبح وہ ہماری پوزیشن دیکھے گا تو اس پر سب کھل جائے گا" کیپٹن جونز جل کر بولا۔

"میرا مقصد بھی یہی ہے۔ تب ہی میں نے اس کے سامنے ایسی تجویز رکھی تھی جس پر وہ غور کرنے پر مجبور ہوا۔ اگر اس کا فوری حملے کا ارادہ تھا تب بھی وہ کچھ نہ کچھ دیر لگائے گا۔"

کرنل بوئر آدھے کے بجائے ایک گھنٹے بعد آیا تھا' وہ یقیناً اپنے اسٹاف افسران سے مشورہ کررہا تھا۔ زمان جان بوجھ کر کسی قدر تاخیر سے باہر گیا۔ کرنل اس تاخیر پر پیچ وتاب کھا رہا تھا "کیپٹن' کیا فیصلہ کیا ہے تم لوگوں نے؟"

"کرنل! چوکی آپ کے حوالے نہیں کی جاسکتی۔ ہم اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے" زمان نے خشک لہجے میں جواب دیا "البتہ بعض شرائط پر آپ کو پانی مل سکتا ہے۔"

"کن شرائط پر؟"

"دس لیٹر پانی ایک بھاری مشین گن کے بدلے۔ ایک مارٹر کے بدلے آپ سولیٹر پانی لے سکتے ہیں اور ایک ٹینک کے بدلے پانچ سولیٹرز۔"

"اور میں اپنی ساری فوج تمہارے سامنے ڈال دوں تو

تم سارا پانی مجھے دے دو گے؟" کرنل کے لہجے میں طنز تھا۔

"ہم اتحادی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں' آپ اطمینان رکھیں کرنل! اگر آپ ہمارے قیدی بنے تو آپ کو ضرورت کا پورا پانی ملے گا۔"

کرنل بوئر کچھ دیر سوچتا رہا "مجھے فوری طور پر سولیٹرز پانی کی ضرورت ہے۔"

"وہ آپ کو ایک مارٹر اور اس کے دس گولوں کے بدلے مل جائے گا۔"

"گولوں کی بات نہیں ہوئی تھی۔"

"تو اب ہوگئی۔ ہر مشین گن کے ساتھ اس کے ایک ہزار راؤنڈز اور ٹینک کے ساتھ اس کا مکمل گولا بارود۔"

"ٹھیک ہے..... پانی اور مارٹر کا تبادلہ کس طرح ہوگا؟"

"آپ مارٹر اور اس کے گولے لے آئیں..... ہم پانی لاتے ہیں لیکن آپ کے ساتھ پانچ سے زیادہ آدمی نہ ہوں۔ ہماری طرف سے بھی اتنے ہی آدمی آئیں گے۔ تبادلہ اسی جگہ ہوگا۔"

کرنل واپس چلا گیا اور زمان نے اندر آکر میجر کو فیصلے سے آگاہ کیا۔ کیپٹن جونز نے اعتراض کیا "ہم انہیں پانی نہیں دیں گے۔ اس طرح تو ہم اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماریں گے۔"

"میجر سولیٹرز پانی کے بدلے ایک مارٹر اور دس گولے برے نہیں ہیں۔ ہمارے پاس ایک ہتھیار آئے گا اور ان کے پاس کم ہوجائے گا' اس سے یہ تاثر بھی ہوگا کہ ہمارے پاس پانی کی کمی نہیں ہے۔"

"کیا ہمارے پاس اتنا پانی ہے؟"

"اتنا نہیں ہے تب بھی ہوجائے گا۔" زمان نے یقین سے کہا "اگر ٹونر اور اس کے ساتھی پانی ضائع نہ کرتے تو ہمارے پاس دو سولیٹرز سے بھی زیادہ پانی ہوتا۔"

ٹونر کے ذکر پر میجر اور کیپٹن دونوں کا منہ بن گیا مگر میجر پارکر نے اس کے فیصلے کو مان لیا تھا۔ صبح پانچ بجے کے قریب جرمنوں اور اتحادیوں میں جنگ بندی پر عجیب وغریب طریقے سے عمل درآمد ہورہا تھا۔ زمان نے بیس بیس لیٹرز والے پانچ کین کرنل بوئر کے حوالے کیے اور اس نے جواب میں ایک مارٹر اور اس کے دس گولے ان کے حوالے کیے تھے۔ جب کرنل کے آدمی کین اٹھانے کے لیے آگے بڑھے تو زمان نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا "کرنل! کیا ضمانت ہے کہ مارٹر اور اس کے گولے درست حالت میں ہیں؟"

"تم چیک کرلو" کرنل بوئر کی آواز بدل گئی تھی۔

"مجھے ایک گولا فائر کرکے دکھاؤ" زمان نے بھانپ لیا کہ جرمنوں نے کوئی مکاری کی تھی۔ جرمنوں نے اس کی فرمائش پر مارٹر سیٹ کیا اور اس کا رخ ویران جھیے کی طرف کرکے اس میں گولا ڈالنے لگے۔ زمان نے انہیں روک دیا "یہ نہیں..... یہ والا گولا ڈالو۔"

یہ سن کر جرمنوں کے چہرے چاندنی میں بھی فق نظر آنے لگے۔ کرنل بوئر جلدی سے بولا "کیپٹن! یہ گولے درست نہیں ہیں۔"

"تب یہ گولے لے جاؤ اور درست گولے لے کر آؤ۔"

"ہمیں مجبور نہ کرو کہ ہم حملہ کردیں" کرنل نے دانت پیسے شاید اپنی چال ناکام ہونے پر۔

"کرنل! ہم آپ کو اصلی اور صاف پانی دے رہے ہیں جواب میں ہمیں بھی اچھی چیز چاہیے۔"

کرنل کے ایک ساتھی نے جرمن زبان میں کچھ کہا اور وہ مارٹر اور اس کے گولے اٹھا کر واپس جانے لگے۔ زمان بھی اپنے ساتھیوں سمیت پانی کے کین لے کر چوکی میں آگیا۔ جرمن جاننے والے گورے نے بتایا' کرنل کے ساتھی نے اسے ہتھیار دینے سے منع کردیا تھا۔

"شاید اب جنگ کا سامنا کرنا پڑے" زمان نے خود سے کہا' جب اس نے میجر پارکر کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو اس سے زیادہ کیپٹن جونز بلبلا گیا۔

"دیکھا' میں نے کہا تھا..... یہ شخص جنگ کرائے گا۔"

"میں جنگ اب تک روکے ہوئے تھا۔ اگر وہ رات میں حملہ کرتے تو ہمارے لیے مشکل ہوجاتی۔ اب دن کی روشنی میں ہم بہ خوبی دشمن کا مقابلہ کرسکیں گے۔"

"وہ کس طرح؟" میجر پارکر نے دریافت کیا۔

"سر! میرا اندازہ ہے..... جرمن حملے کی ابتدا مارٹر اور ٹینک کی گولہ باری سے کریں گے۔ ہمیں یہ گولا باری برداشت کرنا ہوگی پھر جب جرمن دستے حرکت میں آئیں گے اور ہمارے پاس آئیں گے تو ہم جوابی حملہ کریں گے۔"

"جرمن اپنے ٹینکوں اور مارٹرز سے ہمیں بھون ڈالیں گے۔"

"بلاشبہ ہمیں نقصان ہوگا لیکن دشمن کو شکست دینے کے لیے یہ نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔"

میجر پارکر بزدل سہی لیکن اس میں جنگی معاملات کی سوجھ بوجھ تھی۔ وہ ایسے ہی میجر کے عہدے تک نہیں پہنچ گیا تھا۔ اس نے زمان کا پلان سمجھ لیا تھا۔ "زمان درست کہہ رہا ہے۔ ہم دشمن پر اس وقت جوابی حملہ کریں گے جب اسے زیادہ سے

زیادہ نقصان پہنچا سکیں۔ سپاہیوں سے کہو کہ وہ مورچے مضبوط کریں۔ جرمنوں کے حملہ کرنے سے پہلے ہمیں یہ کام کر لینا چاہیے۔"

"آپ فکر نہ کریں جناب! لیفٹیننٹ کالنگا پہلے ہی یہ کام کروا رہا ہے۔ بوریوں میں ریت بھر کر نئے موزچے بنائے جا رہے ہیں اور پہلے سے موجود مورچوں کو مزید محفوظ کیا جا رہا ہے۔ کاش ہمارے پاس ایک پلٹن اور ہوتی تو عمارتوں کی چھتوں پر بھی ریت کے ڈھیر لگا دیتے۔"

لیفٹیننٹ کالنگا کے افریقی دستے پورے جوش و خروش سے مورچے مضبوط بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ مین گیٹ کے خلا کو ریت بھری بوریاں رکھ کر بند کیا جا رہا تھا تاکہ جرمن چوکی تک آ بھی جائیں تو آسانی سے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ سفید فام سپاہی مورچوں میں تھے' کل ایک سو دس افراد میں سے بیس سفید فام تھے' باقی افریقی یا گل شیر اور زمان ہندوستانی تھے۔ زمان جانتا تھا کہ اسے جنگ ان افراد کی مدد سے لڑنا پڑے گی۔ سفید فاموں کی بے دلی ابھی سے نمایاں تھی۔ وہ مورچے بنانے کے کام میں قطعی حصہ نہیں لے رہے تھے اس لیے زمان خان نے انہیں پہرے پر لگا دیا تھا۔ جب صبح کا سورج طلوع ہوا تو زمان نے آبزرویشن پوسٹ سے دیکھا۔ جرمن تین اطراف سے ان کا محاصرہ کر چکے تھے اور ان کے چار عدد ٹینک حملہ آور پوزیشن میں کھڑے تھے۔ لیو پرڈ (چیتا) کہلانے والے یہ ٹینک حرکت پذیری اور فائر پاور میں بے مثال تھے مگر خوش قسمتی سے ان پر ساٹھ ملی میٹر والی دہانے کی توپ نصب تھی ورنہ یورپ میں جو ٹینک استعمال ہو رہے تھے ان پر نوے ملی میٹر دہانے کی توپ تھی جو زیادہ بڑے اور تباہ کن گولے پھینک سکتی تھی۔ چھوٹی نال والے ٹینک طاقت ور گولا نہیں پھینک سکتے تھے۔ بہر حال وہ اب بھی جس فاصلے پر تھے' نہایت آسانی سے پوری چوکی کو نشانہ بنا سکتے تھے۔ آبزرویشن پوسٹ سب سے زیادہ خطرے میں تھی کیونکہ وہ سب سے بلندی پر تھی۔ زمان نے ایک ٹینک سے شعلہ نکلتے دیکھا۔ اس کا رخ آبزرویشن پوسٹ کی طرف تھا۔ زمان چلایا "جھک جاؤ" جیسے ہی وہ اور کالنگا نیچے گرے' گولا شوں کی آواز کے ساتھ پوسٹ کے پاس سے ہوتا جنوبی حصے میں چار دیواری کے اندر جا گرا۔ زوردار دھماکا ہوا۔ زمان اور کالنگا اٹھ کر نیچے کی طرف بھاگے۔ دوسرا گولا پوسٹ پر آ کر لگا تھا اور اس کا لمبا نیچے پیڑھیوں تک آیا تھا۔ وہ بال بال بچے تھے' اس کے ساتھ ہی دشمن نے بھرپور حملہ کر دیا تھا۔ جو سپاہی کھلے میں تھے' وہ اندر بھاگے۔ ان کے لیے یہی حکم تھا البتہ جو مورچوں میں دبکے تھے' وہ وہیں رہے۔ سب سے زیادہ خطرہ دیواروں میں بنے مورچوں کے سپاہیوں کو تھا۔ وہ براہِ راست نشانے پر تھے اگرچہ جہاں مورچے تھے' وہاں دیوار ایک میٹر سے زیادہ چوڑی تھی اور ریت کی بوریاں رکھ کر اسے مزید مضبوط بنا لیا گیا تھا۔ جرمنوں نے روشنی ہوتے ہی بیک وقت ٹینکوں اور مارٹروں سے حملہ کیا۔ ان کے ٹینک پیش قدمی کرتے ہوئے چوکی کی طرف آنے لگے مگر زیادہ خطرہ مارٹر کے گولوں سے تھا کیونکہ وہ نسبتاً اوپر سے آ رہے تھے۔ کئی گولے اب تک عمارتوں پر گر چکے تھے۔ شمالی عمارت زیادہ متاثر ہوئی تھی لیکن اسے رات کو ہی خالی کر دیا گیا تھا۔ اس وقت سارے لوگ درمیانی عمارت کی نچلی منزل میں تھے جو پتھروں سے بنی ہونے کی وجہ سے خاصی محفوظ تھی۔ زخمی اور نرسیں بھی وہیں تھیں۔ سب افراد مسلح تھے حتیٰ کہ زخمیوں کو بھی ہتھیار دے دیے گئے تھے۔

جرمن ٹینک اور مارٹر وقفے وقفے سے گولا باری کر رہے تھے۔ ٹینک چوکی سے کوئی تین سو گز کے فاصلے پر آ کر رک گئے وہ چوکی کی دیوار کو نشانہ بنانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ان کے گولے اس موٹی دیوار پر زیادہ مؤثر نہیں تھے۔ میجر پارکر نے ان پر مارٹرز سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ان کے پاس چار عدد ساڑھے چار انچ کے مارٹر تھے۔ جن کی حد ہزار گز تک تھی مگر ان کے گولوں کی تعداد سو سے زیادہ نہیں تھی۔ تین سفید فام سپاہیوں نے شمالی سمت ایک مورچے کے پیچھے مارٹر سیٹ کیا اور ٹینک سے فاصلے اور سمت کا اندازہ کرنے کے لیے ایک گولا فائر کیا۔ گولا ٹینک سے چند گز آگے گرا تھا اور اس جوابی حملے نے ٹینک کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ ٹینک ریورس میں چلتا ڈھلان کے دوسری طرف چلا گیا۔ مارٹرز کے چند گولوں نے ٹینکوں کو پسپا کر دیا تھا مگر مارٹرز کا فائر مستقل آ رہا تھا۔ زمان نے حساب لگایا۔ ہر تیسرے منٹ میں ایک گولا گر رہا تھا اس کا مطلب تھا' جرمنوں کے پاس بھی زیادہ گولا بارود نہیں تھا۔ ورنہ وہ تیز فائر کر کے دشمن کو بدحواس کرنے کی حکمت پر کاربند ہوتے۔

اب تک گرنے والے گولوں سے ایک نقصان ہوا تھا۔ وسطی خندق میں مارٹر لگنے سے دو سپاہی ہلاک ہو گئے تھے۔ یہ دونوں سفید فام تھے۔ اس کے بعد سفید فام سپاہی کھلے میں آنے سے گریز کرنے لگے مگر ابھی تک کسی نے اپنا فرض ادا کرنے سے انکار نہیں کیا تھا۔ میجر پارکر رات کو ہی اپنا کمانڈ سینٹر وسطی عمارت میں لے گیا تھا۔ اس کے اوپری حصے میں تواتر سے گولے گرنے کی وجہ سے اوپری منزل ملبے کا ڈھیر بن

گئی تھی لیکن کوئی جانی یا کسی اور طرح کا نقصان نہیں ہوا تھا کیونکہ یہ حصہ مکمل طور پر خالی تھا۔ ایک سو تیس میں سے ساٹھ افراد عمارت میں تھے اور ستر افراد مورچوں یا ٹینک میں تھے۔ کیپٹن جونز' زمان کو دیکھتے ہی پھٹ پڑا۔

"بس کچھ دیر بعد ہم اس عمارت کے ملبے تلے دبے ہوں گے۔"

"مسٹر جونز! تمہیں غالباً فوج میں آنے کے بجائے کسی ایسے ملک کا رخ کرنا چاہیے تھا جہاں جانے کے بارے میں جرمن نہ سوچیں۔ ممکن ہے یہ عمارت ہماری توقع کے عین مطابق ملبے کا ڈھیر بن جائے لیکن جنگ میں یہ سب ہوتا ہے۔"

میجر پارکر نے ناگواری سے زمان کی طرف دیکھا "کیپٹن! مختصر بات کیا کرو۔"

"میں مسٹر جونز کو تسلی دے رہا تھا' تسلی ذرا تفصیلی الفاظ میں ہی دی جاتی ہے" زمان کا لہجہ طنزیہ تھا "میں یہ بتانے آیا ہوں کہ ہمارے دو سپاہی سارجنٹ ولفرڈ اور سارجنٹ مچل مارے جا چکے ہیں۔ ان کی پوسٹ پر مارٹر گرا تھا۔ دو افراد کی وہاں پر ضرورت ہے۔"

یہ سن کر اندر موجود افراد کے چہرے سفید پڑ گئے۔ زمان نے دو سفید فام سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا "تم دونوں جاؤ۔"

"ہم نہیں جائیں گے" ایک چلایا "وہاں خطرہ ہے۔"

"بکو مت" زمان دہاڑا "جانتے ہو حکم عدولی کی سزا..... میں ابھی تمہیں شوٹ کر دوں گا" اس نے پستول کے دستے پر ہاتھ رکھا تو ان دونوں نے بادلِ ناخواستہ باہر کا رخ کیا۔

کیپٹن جونز نے نفرت سے زمان خان کی طرف دیکھا "تم لوگوں کو مروا رہے ہو۔"

"مسٹر جونز! براہ کرم تم جرمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو اپنا منہ بند رکھو۔ ہمیں ان سے نمٹنے دو۔" زمان نے چڑ کر کہا اور میجر پارکر کی طرف دیکھا "میجر..... میرا خیال ہے جرمن بارہ بجے کے آس پاس حملہ کریں گے کیونکہ ابھی سورج ان کے سامنے ہے' بارہ بجے وہ ان کے اوپر ہوگا۔"

"میجر.....! اگر ہم ابھی جرمنوں سے بات کریں....." جونز نے کہنا چاہا لیکن زمان نے اس کا گریبان پکڑ کر کھینچ لیا۔

"اب اگر تم نے کوئی اختلافی بات کی تو اچھا نہیں ہوگا۔ ہم برطانیہ عظمیٰ کے لیے جان کی بازی لگا رہے ہیں اور تم..... جو خود کو برطانیہ کا شہری کہتے ہو' اس کے دشمنوں سے صلح کی بات کر رہے ہو۔"

"کیونکہ ہم خودکشی نہیں کرنا چاہتے" جونز نے اپنا کالر جھٹکے سے چھڑا لیا "اب تم نے مجھے ہاتھ لگایا تو....." اس نے اپنے پستول پر ہاتھ رکھا۔ میجر پارکر جلدی سے ان کے درمیان آ گیا۔

"جنٹل مین..... مت بھولیں آپ آرمی افسران ہیں۔ گلی کے بدمعاش نہیں۔ زمان! تم غیر ضروری باتوں سے گریز کرو اور جونز! تم بے دلی پھیلانے کی کوشش مت کرو۔"

"میجر' اس وقت جوانوں کا حوصلہ بلند ہے' اس قسم کی باتوں سے ان کے مورال پر برا اثر پڑے گا۔"

زمان کی توقع کے عین مطابق گیارہ بجے جرمنوں نے بمباری روک دی تھی' اس دوران میں انہوں نے ٹینک اور مارٹر کے ستر سے زیادہ گولے فائر کیے تھے جن سے دو سپاہی ہلاک اور چند ایک معمولی زخمی ہوئے تھے۔ البتہ تینوں عمارات ملبے کا ڈھیر ضرور بن گئی تھیں۔ دو ٹرک بھی اس بمباری کا نشانہ بنے تھے۔ چوکی کی چار دیواری میں جابجا سوراخ ہو گئے تھے۔ مگر کہیں سے بھی دیوار اس طرح نہیں ٹوٹی تھی کہ جرمن بہ آسانی اندر گھس آتے' بمباری رکتے ہی ان سوراخوں کو ریت سے بھری بوریاں رکھ کر بند کیا جانے لگا تھا۔ بوریوں میں ریت پہلے ہی بھر لی گئی تھی۔ زمان جانتا تھا کہ زمینی حملہ بھرپور ہوگا اس لیے وہ دیواری مورچوں کو مضبوط کرنے کی طرف خصوصی توجہ دے رہا تھا۔ ایک طرح سے کمانڈ اس نے سنبھال لی تھی۔ میجر پارکر اس کے کسی اقدام پر اعتراض نہیں کر رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سفید فام نفری بھی بے چون و چرا اس کے احکامات پر عمل کر رہی تھی۔ سیاہ فام دل و جان سے اس کے ساتھ تھے۔ کالنگا کی وجہ سے بھی اور اس کے اچھے کمانڈر ہونے کی وجہ سے بھی۔ جرمنوں کے حملے کے خلاف جوابی پلان اس نے کالنگا اور چھ دوسرے لیفٹیننٹس کی مدد سے سپاہیوں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ اس نے واضح کیا کہ اپنا ایمونیشن بہت احتیاط سے استعمال کرنا ہے۔ اس نے کنوئیں میں پانی بھرنے والے سپاہیوں کو بھی اوپر بلوا لیا تھا۔ اس معرکے کے لیے اسے ایک ایک سپاہی کی اشد ضرورت تھی۔

جرمنوں کے حملے کو روکنے میں سب سے اہم کردار بھاری مشین گنوں کا تھا جنہیں چاروں طرف اس طرح لگایا تھا کہ پیش قدمی کرنے والے دشمن کو بہ آسانی نشانہ بنا سکے۔ سورج سر پر آتے ہی جرمنوں نے پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ ان کی طرف سے ایک بار پھر گولا باری شروع ہو گئی تھی۔ اس بار ان کا نشانہ چوکی کی شمالی دیوار تھی۔ اس دیوار میں سوراخ کر کے جرمن اندر گھسنا چاہتے تھے۔ ٹینک اور مارٹر کے گولے دیوار کے آس پاس گرنے لگے تھے۔ زمان نے فوری

طور پر دو بھاری مشین گنیں شمال کی طرف بنائے گئے مورچوں میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ وہ شمالی عمارت کے ملبے کے اوپر سے میدانِ جنگ کا جائزہ لے رہا تھا۔

جرمنوں نے بھاری مشین گنیں بکتر بند گاڑیوں پر لگا رکھی تھیں جو چوکی کی طرف تواتر سے فائر کر رہی تھیں۔ پیش قدمی کرنے والے جرمن دو اور تین کی تعداد میں ریت کے ابھرے ٹیلوں کے عقب میں چھپے آگے بڑھ رہے تھے۔ چوکی کی دیوار سے ریت کی ڈھلان تک کوئی پانچ سو گز میں یہ کوہان نما ٹیلے سیکڑوں کی تعداد میں تھے اور پیش قدمی کرنے والوں کو اچھی رکاوٹ فراہم کر رہے تھے۔ چوکی کی طرف سے جوابی حملہ نہ ہونے سے جرمنوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی متواتر تین گھنٹے کی گولا باری نے چوکی میں محصور فوج کے کس بل نکال دیے ہیں اور وہ بہ آسانی چوکی پر قابض ہو سکتے تھے۔ شمال اور مغرب کی طرف سے پیش قدمی کرنے والے حملہ آور جرمنوں کی تعداد کسی طرح بھی تین سو سے کم نہیں تھی۔ یعنی وہ ان سے کئی گنا زیادہ تھے۔ میجر پار کر چوکی کی جنوبی سمت اور کیپٹن جونز مشرقی سمت میں تعینات تھے مگر اس طرف سے جرمن حملے کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ دراصل اس طرف وسیع میدان تھے' جن میں رکاوٹیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ جرمن اس طرف سے حملہ کرتے تو انہیں بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑتا۔

جرمن بھاری مشین گنیں مورچوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر ریت کی بوریوں کی وجہ سے وہ کسی قدر محفوظ تھے۔ پیش قدمی کر کے سپاہی اب چوکی سے تین سو گز کے فاصلے پر تھے۔ زمان کے پاس خاص پستول تھا جس میں مختلف رنگوں کی روشنی کے گرینیڈ لگا کر فائر کیے جا سکتے تھے' یہ گرینیڈ بلندی پر جا کر پھٹ جاتے اور ان سے تیز روشنی نکلتی تھی جو دس سیکنڈ تک میلوں سے نظر آتی تھی۔ زمان نے محسوس کیا کہ جوابی حملہ نہ ہونے کی وجہ سے جرمن اب کسی قدر غیر محتاط انداز میں اور تیزی سے آگے آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چوکی سے ان کا فاصلہ ڈھائی سو گز رہ گیا تھا۔ زمان ملبے کے درمیان میں دبکا دوربین سے جائزہ لے رہا تھا۔ معاً اس نے ایک مارٹر گولا دیوار پر گرتے دیکھا اور کئی گز تک چوکی کی دیوار غائب ہو گئی۔ اب آر پار جانے کے لیے بڑا سا سوراخ تھا اور اس سوراخ کے عین سامنے بھاری مشین گن کا مورچا تھا۔ دیوار میں اور بھی کئی جگہوں پر شگاف پڑ گئے تھے۔

اچانک جرمن بکتر بند گاڑیاں حرکت میں آئیں اور مختلف سمتوں سے ڈھلان سے اتر کر چوکی کی طرف بڑھنے لگیں۔ ان سے نمٹنے کے لیے زمان نے ایک بندوبست اور کر رکھا تھا۔ اس کا ایک نشانچی درمیانی عمارت کے ملبے میں اپنی رائفل سمیت چھپا ہوا تھا۔ اس کا کام بکتر بند کے مشین گنر کو نشانہ بنانا تھا۔ مگر اسے بھی وقت سے پہلے حملہ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ جرمن رفتہ رفتہ دوسو گز والی حد کے نزدیک آ رہے تھے۔ دوسو گز کے اندر وہ عام رائفلوں اور سب مشین گنوں کی فائر کی زد میں آ جاتے۔ زمان دوربین لگائے زیرِ لب کہہ رہا تھا۔

''آؤ..... دو سو اور آگے آؤ..... دھنستے چلے جاؤ۔''

مورچوں میں تعینات سپاہی اور ان کے لیفٹیننٹس بے تابی سے زمان کی طرف سے جوابی حملے کے منتظر تھے۔ جرمن اب دوسو گز کے اندر تھے اور ان کا انداز ایک بار پھر محتاط ہو گیا تھا۔ اب تک ہونے والے حملے میں مغربی طرف دیواری مورچے میں موجود ایک سارجنٹ سر پر گولی لگنے سے ہلاک ہوا تھا جبکہ اس کا ساتھی زخمی تھا۔ اس مورچے میں نئے سپاہیوں کو لگا دیا گیا تھا۔ لیفٹیننٹ کالنگا رینگتا ہوا اس کے پاس آیا۔ ''سر! حملے کے لیے بے چین ہیں۔''

''انہیں ذرا اوپر آگے آنے دو'' زمان نے کہا ''ہمیں پیش قدمی کرنے والوں سے نہیں' بکتر بند کی مشین گنوں سے زیادہ خطرہ ہے۔''

چھ عدد بکتر بند گاڑیاں چوکی کے کوئی چار سو گز کے فاصلے پر پیش قدمی کرنے والے سپاہیوں کو کور فائر فراہم کر رہی تھیں' اس سے آگے آنے کی صورت میں وہ چوکی کے اندر فائر نہیں کر سکتی تھیں۔

''مارٹرز کی کیا پوزیشن ہے؟'' زمان نے پوچھا۔

''چار مارٹرز اس طرف لگا دیے گئے ہیں۔ ٹینک اس صورت میں حرکت میں آئیں گے جب جرمن ٹینک سامنے آئیں گے'' کالنگا نے پلان دہرایا تو زمان نے مطمئن ہو کر سر ہلا دیا۔ اس کے اندازے کے مطابق سو سے زائد جرمن سپاہی دوسو گز کے اندر آ چکے تھے۔ یہ موقع مناسب تھا۔ اس نے پستول اوپر کیا اور گرینیڈ فائر کر دیا۔ وہ شوں کی آواز کے ساتھ دوسو گز کی بلندی تک پہنچا اور سرخ روشنی میں پھٹ گیا' اس کے ساتھ ہی چوکی میں نصب بھاری مشین گنیں گرجنے لگی تھیں۔ مشین گنروں کو حکم تھا کہ وہ نزدیکی جرمنوں کو نظر انداز کر کے دور واقع جرمنوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں۔ مورچوں میں موجود سپاہی نے نزدیک آنے والے جرمنوں پر فائرز شروع کیے۔ پہلے ہی حملے میں زمان نے درجن بھر جرمنوں کو گرتے دیکھا تھا۔ حملہ شروع ہوتے ہی کالنگا مغربی

دیوار کی طرف چلا گیا تھا۔ یہ حصہ اس کے چارج میں تھا۔ زمان کے نشانچی نے ایک بکتر بند کے مشین گنر کو نشانہ بنایا۔ وہ گولی کھا کر اندر گرا تو بکتر بند کا عملہ گاڑی کو تیزی سے واپس لے گیا تھا۔

جو جرمن بے فکری سے زیادہ ہی نزدیک آ گئے تھے' اب انہیں جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ ذرا فاصلے پر موجود جرمنوں کی پیش قدمی مشین گنوں نے روک دی تھی۔ کالنگا کی طرف سے فائر کیا جانے والا مارٹر گولا ایک بکتر بند پر گرا۔ گنر اور گن دونوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ بکتر بند سے گاڑھا سیاہ دھواں اٹھنے لگا۔ اس میں سے کھانستے اور لڑکھڑاتے جرمن نکلے تو مشین گن کی باڑھ نے پلک جھپکنے میں ان کا صفایا کر دیا مگر اس نقصان کے بعد جرمنوں کے حملے میں شدت آ گئی تھی۔ تازہ دم سپاہیوں کا ایک ریلاریت کی ڈھلان کے عقب سے نکل کر چوکی کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک جرمن ٹینک سے نکلنے والے گولے نے مغربی دیوار کے مورچے کا شیرازہ بکھیر دیا تھا۔ اس میں موجود دونوں سپاہی مارے گئے تھے۔ کالنگا نے احتیاطاً سامنے اپنے دستے رکھے تھے اور وہ پوری بے جگری سے جرمن دستوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ان کی طرف سے بے پناہ مزاحمت کے بعد چوکی کے نزدیک آنے والے جرمن سپاہی پسپا ہو کر کوہان نما ٹیلوں کے عقب میں پناہ لینے لگے۔ ابتدائی دس منٹ کی جنگ میں کم سے کم تین درجن جرمن مارے جا چکے تھے اور اتنے ہی زخمی تھے۔ زخمیوں کو ان کے ساتھی اٹھا کر عقبی طرف لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اور بھاری مشین گنوں کا نشانہ بن رہے تھے۔ شمالی دیوار کے ایک مورچے سے زخمی سپاہی کے چلانے کی آواز آ رہی تھی۔

زمان کے آس پاس سے گولیاں گزر رہی تھیں۔ ٹینک کا ایک گولا اس سے محض دس گز دور گرا تھا اس کا ٹکڑا لگنے سے اس کے شانے پر ہلکا سا زخم بھی آیا تھا لیکن وہ اس جگہ سے ہٹ نہیں سکتا تھا۔ اپنے قاصد سے اس نے کالنگا کو حکم دیا کہ ریت کی ڈھلان کے سرے کے بار تقریباً چھ سو گز کے فاصلے پر مارٹرز فائر کرے۔ اس نے دیکھا تھا کہ بکتر بند گاڑی اس طرف گئی تھی جس کا گنر مارا گیا تھا۔ اس طرح زخمی ہونے والے جرمنوں کو بھی اس سمت لے جایا جا رہا تھا ممکنہ طور پر جرمنوں کا کیمپ اسی طرف تھا۔ کالنگا نے چند مارٹرز اس طرف فائر کیے' جواب میں اس طرف سے گاڑھا دھواں اٹھتا نظر آیا' مارٹرز کسی نشانے پر لگے تھے۔

تازہ دم جرمن دستے پہلے پیش قدمی کرنے والوں کی جگہ لے رہے تھے۔ اس وقت تقریباً چار سو جرمن میدانِ جنگ میں تھے۔ زمان کا اندازہ تھا کہ کرنل بوئر نے اپنے ریزرو دستے بھی میدان میں جھونک دیے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بہرصورت آج کے دن ہی چوکی پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ پیاس سے پاگل جرمن دیوانہ وار آگے بڑھ رہے تھے۔ گولیاں کھا کر گر رہے تھے مگر ان کے جوش و ولولے میں کمی نہیں آ رہی تھی۔ ان کی نسبت اطالوی پست ہمت تھے' وہ آگے بڑھنے سے ہچکچا رہے تھے۔ جب بھی سامنے سے فائر آتا' وہ پناہ کی تلاش میں بھاگتے تھے۔ ان کے مقابلے میں جرمن سینہ سپر ہو کر بڑھتے تھے۔ ان کی بھرپور کوشش تھی کہ کسی طرح دیوار کے ٹوٹے حصے تک پہنچ جائیں۔ زمان محسوس کر رہا تھا کہ جرمنوں کو کم سے کم دیوار تک پہنچنے سے روکنا مشکل ہے۔ سو دو سو افراد کی قربانی دے کر وہ یہ کام کر سکتے تھے۔ غالباً جرمنوں کے ذہن میں بھی یہی تھا۔ قدم قدم پر ان کی لاشیں گر رہی تھیں مگر وہ پیش قدمی جاری رکھے ہوئے تھے۔

بالآخر چند جرمن دیوار کے ٹوٹے حصے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب وہ ان کی طرف سے کی جانے والی فائرنگ سے محفوظ تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے دیوار کے نزدیکی مورچے کو دستی بم سے اڑا دیا۔ اس میں موجود دونوں سپاہیوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ ٹوٹی دیوار کے سامنے والے مورچے میں کالنگا کے دستے کے دو سیاہ فام بھاری مشین گن کو بڑی مہارت سے استعمال کر رہے تھے۔ انہوں نے جرمنوں کو بھاری نقصان پہنچایا تھا۔ اچانک زمان نے گنر کو الٹ کر گرتے دیکھا' اس کے ماتھے سے خون فوارے کی طرح بلند ہو رہا تھا۔ کسی جرمن نشانچی نے اپنا کام دکھایا تھا۔ اس وقت ایک ایک فرد جرمنوں سے مزاحمت کر رہا تھا۔ دو سپاہی تباہ ہونے والے مورچے کے آگے ریت کی بوریاں رکھ رہے تھے تاکہ جرمن اس راستے سے اندر نہ آ سکیں۔ ایک سپاہی کو دیوار کی آڑ سے نشانہ بنایا گیا۔ وہ چھلانگ لگا کر زمین پر گر پڑا تھا۔ دوسرا فوراً سرنگ میں اتر گیا تھا۔

بھاری مشین گن کا دوسرا سپاہی بے چارہ پریشان تھا کہ مشین گن کس طرح چلائے۔ ایک آدمی اسے چلاتا تھا اور دوسرا اس کی گولیوں کا پٹا سنبھالتا تھا۔ زمان نے سرنگ میں گھسنے والے سپاہی کو چلا کر مشین گن کی طرف جانے کا حکم دیا اور اپنے قاصد سے نشانچی کو پیغام بھیجا کہ وہ جرمن نشانچی کو مار گرائے ورنہ وہ انہیں زیادہ نقصان پہنچا سکتا تھا۔ جرمن ٹینک اب کسی قدر خاموش تھے۔ البتہ ان کی مشین گنیں مصروف تھیں۔ مارٹرز کا فائر تسلسل سے آ رہا تھا۔ جرمنوں کے پاس زمان کے اندازے سے کہیں زیادہ گولے تھے۔ ان گولوں

نے چار مورچوں کو خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ چار سپاہی مارے گئے تھے۔ باقی زخمی ہوئے تھے۔ جرمنوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ دوسرا سپاہی سرنگوں سے ہوتا مشین گن تک آ گیا تھا مگر جرمنوں نے دیوار کے ٹوٹے حصے کے سامنے سے اپنی فوجیں ہٹا لی تھیں۔ مشین گن اس مقام پر انہیں بھاری نقصان پہنچا سکتی تھی۔

مشین گن کا مورچا ٹوٹی دیوار سے کوئی بیس گز کے فاصلے پر تھا۔ وہاں سے جرمنوں نے اس پر دستی بم برسانے شروع کر دیے۔ ایک دستی بم مورچے کے بالکل پاس گرا تھا اور مورچے میں موجود سپاہی بال بال بچے۔ اگر یہ دستی بم ایک گز بھی آگے گرتا تو ان لوگوں کے پرخچے اڑ جاتے۔ زمان نے میگافون پر انہیں بھاری مشین گن سمیت پیچھے آنے کا حکم دیا۔ جیسے جیسے جرمن چوکی کی دیوار کے نزدیک آ رہے تھے' زمان کے سپاہی دیوار کے مورچوں سے پسپا ہو رہے تھے۔ انہیں متبادل پلان پہلے ہی دے دیا گیا تھا۔ وہ اب دیوار سے دور کے مورچوں میں منتقل ہو رہے تھے۔ دیوار کے نزدیک آ جانے والے جرمن بھاری مشین گنوں کی مار سے بھی محفوظ ہو گئے تھے اس لیے زمان کے سپاہی اب ان پر دستی بم پھینک رہے تھے۔ شمالی دیوار پر جرمنوں کا زیادہ زور تھا۔ البتہ مغربی دیوار پر اب تک کالنگا کے دستے ڈٹے ہوئے تھے۔

بھاری مشین گن کو پیچھے لا کر دیوار سے کوئی ساٹھ گز دور کے کنوئیں کے پاس تیار مورچے میں نصب کر دیا گیا تھا' باقی تین مشین گنیں اسی پوزیشن میں تھیں۔ مورچوں سے آنے والے سپاہی اب پچھلے مورچوں اور سرنگوں سے مزاحمت کر رہے تھے۔ زمان کا اندازہ تھا کہ ان کے درجن سے زیادہ سپاہی مارے جا چکے تھے یا شدید زخمی تھے۔ اس کے مقابلے میں جرمن سو سے زیادہ جانوں کی قربانی دے چکے تھے۔ بھاری مشین گنوں سے بچ کر اس کے دو سو کے قریب سپاہی چوکی کی دیوار کی آڑ میں آ چکے تھے۔ زمان نے جنوبی اور مشرقی دیواروں پر تعینات سپاہ کو بھی اس طرف آنے اور مزاحمت کرنے کا حکم دیا تھا۔

اب جرمن اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح چوکی کے اندر گھس کر پوزیشن سنبھال لیں۔ زمان نے شمالی دیوار پر کم توجہ دی تھی۔ اس نے زیادہ سپاہی مغربی دیوار کی سمت لگا رکھے تھے کیوں کہ جرمن وہاں تک آ جاتے تو ان کے ٹرک اور ٹینک جرمنوں کے نشانے پر آ جاتے۔ زمان سب سے آخر میں خود پیچھے ہٹا تھا۔ اب جرمنوں کے سامنے شمالی دیوار کا پورا حصہ خالی تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے دیواری مورچوں پر قبضہ کیا اور وہاں سے چوکی کی عمارتوں کی طرف فائرنگ کرنے لگے۔ زمان کے ساتھ اس طرف مشکل سے بیس آدمی تھے۔ اس نے بھاری مشین گن والا مورچا خود سنبھال لیا تھا۔ اس اثنا میں جرمن دیوار سے اندر آ کر ریت کے کوہان نما ٹیلوں کے پیچھے مورچے بنانے لگے۔ اس بار بارہ جرمن اس کارروائی میں مارے بھی گئے لیکن پچاس ساٹھ افراد اندر گھس آئے تھے۔ زمان کے ان بیس میں سے سات آٹھ سفید فام تھے اور ان کی حالت خراب تھی۔ اچانک اوپر کی طرف سے میجر پارکر کے دستے نے اندر آنے والے جرمنوں پر حملہ کر دیا۔

گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ اتنے فاصلے سے بھاری مشین گن بیکار تھی اس لیے اب لڑنے والے رائفلیں اور مشین گنیں اور دستی بم استعمال کر رہے تھے۔ ایک برسٹ گن کے جواب میں تین جرمن گنیں چل رہی تھیں۔ ایک دستی بم کے جواب میں ان کی جانب سے تین دستی بم آ رہے تھے۔ زمان نے ایک بے حد نزدیک آ جانے والے جرمن سپاہی کو پستول سے شوٹ کیا تھا۔ لگتا تھا کچھ دیر بعد دست بہ دست جنگ کی نوبت آ جائے گی۔ اندر گھس آنے والے جرمنوں کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہو چکی تھی اور زمان کے چھ سات سپاہی مارے جا چکے تھے' اس نے سوچا ''اب ٹینکوں کے استعمال کا وقت آ گیا ہے۔''

اس نے میگافون پر کہا ''الفا..... اوتھری..... موو۔''

یہ مخصوص کوڈ تھا' اس کا مطلب تھا کہ الفا ٹینک مغربی سمت سے چوکی میں گھس آنے والوں پر حملہ کرے۔ کالنگا عمل کے لیے بالکل تیار تھا۔ مغربی سمت سے شرمن ٹینک بلائے ناگہانی کی طرح نمودار ہوا اور اس پر لگی طاقت ور مشین گن جرمنوں پر آگ و آہن برسانے لگی تھی۔ زمان نے دوبارہ میگافون پر کہا ''براوو..... اوٹو..... موو'' یہ اشارہ تھا کہ دوسرا ٹینک وسطی عمارت کے سامنے کی طرف سے جرمنوں پر حملہ کرے۔ یہی اس سارے پلان کی تھیم تھی۔ کثیر جرمن سپاہ کو ایک ایسی جگہ گھیرنا جہاں سے انہیں اپنے ٹینکوں اور بھاری مشین گنوں کی قطعی مدد نہ مل سکے' وہ مریں یا پسپا ہوں۔ دوسرا ٹینک قدرے جنوب مشرقی سمت سے آیا تھا اور اب جرمن تین طرف سے زد میں آ گئے تھے۔ ٹینکوں کی بھاری مشین گنوں کی زد میں آ کر جرمن گندم کی فصل کی طرح کٹ رہے تھے۔ ٹینکوں کی شمولیت نے پانسا پلٹ دیا تھا۔ جرمن جوان پر حاوی آتے جا رہے تھے' چند منٹ کے اندر نصف سے زیادہ دستہ گنوانے کے بعد بدحواسی کے عالم میں پسپا ہونے لگے۔ مغربی اور مشرقی مورچوں سے سپاہی بھی ان پر گولیاں برسانے لگے

تھے۔ اندر گھس آنے والے تقریباً سوا سو جرمنوں میں سے بہ مشکل پچیس تیس کو باہر نکلنے کا موقع ملا تھا۔ زمان نے چلا کر ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔

سپاہی جوش و خروش سے جرمنوں کے تعاقب میں بھاگے تھے۔ دیوار تک ان کو رگیدتے گئے اور پھر مورچوں میں گھس کر بھاگتے ہوئے جرمنوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ بلند مقامات سے بھاری مشین گنیں دور نکل جانے والے دشمنوں کی خبر لے رہی تھیں۔ چوکی کے احاطے اور اس کے باہر جہاں تک نظر جاتی تھی' جا بہ جا جرمنوں کی لاشیں بکھری تھیں۔ شرمن ٹینک جرمنوں کے تعاقب میں چوکی کے ٹوٹے احاطے سے باہر نکلے تھے۔ جرمن ٹینکوں نے گولے برسائے مگر وہ نشانے پر نہ لگے۔ شرمن ٹینکوں کی جوابی گولا باری سے دو جرمن ٹینکوں میں آگ لگ گئی تھی اور وہ اسی جلتی حالت میں پسپا ہو گئے تھے۔ یہ ایک شاندار فتح تھی جو انہوں نے طاقت ور دشمن کے خلاف حاصل کی تھی۔ مارے جوش کے نعرے لگاتے سپاہی زمان کے گرد جمع ہونے لگے۔ میجر پارکر یہ منظر دیکھ کر جل گیا۔

''کیپٹن! زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں'' اس نے زہریلے لہجے میں کہا'' یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے ڈھائی سو جرمن ٹھکانے لگا دیے ہیں مگر ہمارے بھی چالیس سپاہی مارے جا چکے ہیں۔ دس شدید زخمی ہیں۔ محض ساٹھ افراد کے ساتھ ہم جرمنوں کا اگلا حملہ نہیں روک سکتے۔''

''میجر! اتنا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے'' زمان نے اسے تسلی دی'' جرمن اب زیادہ دیر پیاس برداشت نہیں کریں گے۔ میرا خیال ہے وہ صبح تک ہتھیار ڈال دیں گے۔''

''یہ خوش فہمی ہے تمہاری..... تم جرمنوں کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے..... یہ ضدی قوم مر جائے گی لیکن ہمارے آگے ہتھیار نہیں ڈالے گی۔'' میجر پارکر نے اسی لہجے میں کہا۔

''تب ہم کیا کریں..... مخص آنے والے وقت کے خوف سے ان کے آگے ہتھیار ڈال دیں'' زمان تلخی سے بولا۔

''ہمارے پاس اس کے سوا اور کیا چارہ ہے۔ سپاہیوں کی حالت دیکھو..... یہ تھکے ہوئے ہیں۔ کئی زخمی ہیں' اس حالت میں یہ کس طرح لڑیں گے۔''

''یہ لڑیں گے سر! اگر انہوں نے زندہ رہنا ہے تو لڑیں گے ورنہ جرمن ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔'' زمان نے کہا اور ایک جھٹکے سے پلٹ کر اندر چلا گیا۔ تہ خانہ بم باری سے محفوظ تھا۔

شیلا ایک شدید زخمی جوان کا خون روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ زخمیوں میں خاصا اضافہ ہو گیا تھا۔ کسی نے ایک کافی کا مگ اسے تھما دیا۔ اسے نہ بھوک کا احساس تھا اور نہ پیاس۔ پچھلے چند گھنٹے میں اس نے جو خونریزی دیکھی تھی' اس نے زمان کے احساسات کو منجمد کر دیا تھا۔ اندر زخمیوں کی چیخ و پکار جاری تھی۔ کوئی خدا کو یاد کر رہا تھا اور کوئی اپنے پیاروں کو..... کوئی اس جگہ مرنا نہیں چاہتا تھا جو اس کے وطن سے ہزاروں میل دور تھی۔ اس فضا سے زمان کو الجھن ہوئی تو وہ دوبارہ باہر آ گیا۔ کالنگا مرنے والے سپاہیوں کی تدفین کروا رہا تھا۔ دو سپاہی پانی کے لیے کنوئیں میں اتر گئے تھے۔ پانی کم ہو گیا تھا۔ نیچے چالیس میٹر والا ایک بڑا کین پہلے ہی سیٹ کیا تھا جسے فوری طور پر اوپر پہنچا دیا گیا تھا۔ اس کے پانی سے تھکے ہوئے اور پیاسے سپاہی تازہ دم ہو گئے۔ انہیں کھانے کے لیے بسکٹ اور پاؤڈر دودھ کا آمیزہ ملا۔ پھر کافی دی گئی تو وہ اپنے ساتھیوں کی موت اور جرمنوں کی بکھری لاشیں بھول کر ہنسنے اور قہقہے لگانے لگے۔

میجر پارکر ایک طرف بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ کیپٹن جونز بازو میں گولی لگنے کے بعد نیچے لیٹا تھا۔ ساٹھ افراد میں سے اڑتالیس سیاہ فام تھے اور بارہ سفید فام۔ گل شیر کو زندہ سلامت پا کر زمان نے اطمینان کا سانس لیا تھا ورنہ حملے کے دوران میں وہ اس کے بارے میں فکر مند رہا تھا۔ گل شیر کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے گزشتہ رات خود اپنے لیے روٹی بنائی تھی اور اسے ہی کھا رہا تھا۔ بہ قول اس کے اسے فرنگیوں کے بنائے کھانوں پر اعتبار نہیں تھا۔ وہ اپنا کھانا خود بناتا تھا۔ ''گل شیر! تم ٹھیک ہو نا؟''

''جی صاحب!'' اس نے جواب دیا'' لیکن ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔ میری نسوار کی ڈبیا غائب ہو گئی ہے۔''

زمان مسکرایا'' فکر نہ کرو۔ اگر زندہ بچ گئے اور اس صحرا سے نکل گئے تو تمہیں ڈھیر ساری نسوار لے دوں گا۔''

''بچنا مشکل نظر آتا ہے صاحب! جرمن دوبارہ آئے گا۔ پانی کے لیے آدمی جان بھی دے سکتا ہے۔ مجھ کو یقین ہے اگر جرمنوں کے پاس پانی ہوتا تو وہ کبھی ایسا حملہ نہیں کرتا'' گل شیر نے چوکی کے اندر اور باہر بکھری لاشوں کی طرف اشارہ کیا'' اس بار وہ پہلے سے زیادہ زوردار حملہ کرے گا۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے'' زمان نے کہا اور کالنگا کو بلا کر تمام دیواری مورچوں کو ریت کی بوریوں سے بھرنے کا حکم دیا'' یہ کام سورج غروب ہونے سے پہلے ہو جانا چاہیے۔''

''یس کیپٹن سر!'' کالنگا نے کہا'' ایک بات ہے..... میجر کے ارادے کچھ اور ہیں۔ میرے ایک سپاہی نے اطلاع دی ہے کہ وہ سفید فام سپاہیوں کو ہتھیار ڈالنے کی

ترغیب دے رہا تھا۔''

''خبیث.....'' زمان غرایا'' اب اس پر نظر رکھنا ہو گی۔ کالنگا' یقین کرو..... اگر جرمن چوکی پر قابض ہو گئے تو وہ پانی کی مقدار دیکھ کر ہمیں پیاسا مار دیں گے۔ ہمیں ایک قطرہ بھی نہیں دیں گے۔ اس صحرا میں گرمی ایسی ہے کہ پانی نہ ملے تو آدمی صرف چوبیس گھنٹے میں مر جاتا ہے۔''

کالنگا نے سر ہلایا'' عزیزیہ میں آدمی صرف چار گھنٹے میں بھی مر جاتا ہے۔ یہ لیبیا میں ایک جگہ ہے' جہاں دنیا میں سب سے زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ سر! جرمنوں کی لاشوں کا کیا کرنا ہے؟''

''انہیں جمع کر کے چوکی کی دیوار کے باہر پھینک دو لیکن ان کا اسلحہ ضرور جمع کر والینا۔''

نفری کم ہونے کی وجہ سے زمان خود بھی بوریوں میں ریت بھرنے لگا۔ جن سے دیواری مورچے بند کیے جا رہے تھے۔ عمارتوں کے ملبے کے گرد مورچوں کو مضبوط بنایا جا رہا تھا۔ جرمن حملوں میں دو بھاری مشین گنیں اور دو مارٹر بیرل تباہ ہو گئے تھے۔ دوسرے حملے میں اطالوی سپاہیوں سے ملنے والی جیپ اور مزید ایک ٹرک نشانہ بنے تھے۔ اس حملے میں وہ اپنا ستر فیصد ایمونیشن پھونک چکے تھے۔ اگر جرمن ویسا ہی بھرپور حملہ کرتے تو وہ زیادہ دیر مزاحمت نہیں کر سکتے تھے۔ جرمنوں نے حملے کے دوران میں جس طرح بے دریغ گولا بارود اور ایمونیشن کا استعمال کیا تھا' اس سے لگتا تھا' ان کے پاس ایمونیشن کی کمی نہیں ہے۔ کالنگا نے حکمت عملی سے کام لیا۔ اس نے جرمنوں کی لاشیں ریت کی بوریوں کی جگہ استعمال کیں اور ان سے مورچے بند کر دیے۔ اس نے آ کر زمان کو اسلحے کی رپورٹ دی'' سر! بائیس خود کار رائفلیں' پچاس ہلکی مشین گنیں اور چار بھاری مشین گنیں ہاتھ لگی ہیں۔ ایمونیشن زیادہ نہیں ہے۔ ہاں' ایک سو تیس دستی بم بھی ہیں۔''

''یہ ہوئی نا کام کی چیز'' زمان خوش ہو گیا۔'' ہمارے پاس دستی بموں کی کمی تھی جو جرمنوں نے پوری کر دی۔''

''سر! یہ تباہ کن بم ہیں'' کالنگا بولا'' ایسے ایک دستی بم نے میرے سامنے ہماری ایک مشین گن کو پرزے پرزے کر دیا تھا۔''

''اب جنگ میں یہ کام آئیں گے۔ مجھے لگ رہا ہے' اس بار آمنے سامنے جنگ کی نوبت آئے گی۔''

''اگر میجر نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ نہ کر لیا'' کالنگا کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''لیفٹیننٹ! ہم اسے ایسا کرنے نہیں دیں گے' تم ایک آدمی مستقل اس پر لگا دو۔''

''اگر میجر نے کوئی ایسا فیصلہ کیا تو.....''

''شوٹ ہم'' زمان کا لہجہ سرد تھا۔'' ہم ہتھیار ڈالنے پر مرنے کو ترجیح دیں گے۔ دوسری صورت میں زیادہ دردناک موت ہمارا مقدر ہو گی۔''

کالنگا سر ہلاتا چلا گیا۔ زمان نے ملبے پر بلند ترین جگہ سے دوربین کی مدد سے جرمنوں کا جائزہ لیا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور اس کی مدھم پڑتی روشنی میں جرمن ست نظر آ رہے تھے' کبھی کبھی کوئی ذرا اچھل کر چوکی کا جائزہ لیتا تھا۔ زمان نے چوکی کے چاروں طرف بکھری لاشوں کا جائزہ لیا۔ ان کی کل تعداد ایک سو چالیس کے لگ بھگ تھی۔ ستر سے زیادہ لاشیں چوکی کے اندر تھیں اور چند لاشیں جرمن اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ زمان نے حساب لگایا' جرمنوں کے سوا دو سو سے ڈھائی سو افراد ہلاک ہوئے تھے' جبکہ سو کے قریب زخمی ہو کر جنگ میں حصہ لینے کے قابل نہیں رہے تھے۔ گویا جرمنوں کے پاس کم سے کم دو سو افراد حملے کے لیے موجود تھے یعنی اب بھی ان سے تین گنا زیادہ نفری تھی۔ دو ٹینک ناکارہ ہونے کے بعد جرمنوں کے پاس بھی دو ٹینک تھے البتہ ان کے پاس چار عدد مکتر بند گاڑیاں تھیں جن پر مشین گنیں نصب تھیں۔ دیگر ہتھیاروں میں بھی جرمنوں کو برتری حاصل تھی۔

زمان جانتا تھا کہ حالات اچھے نہیں تھے۔ شاید وہ اگلا جرمن حملہ نہ روک پائیں مگر ہتھیار ڈالنے کا اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اگر میجر پارکر ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کرتا اور وہ اس کے خلاف بغاوت کرتا تو کالنگا کی وجہ سے سیاہ فام اس کا ساتھ دیتے لیکن سفید فام میجر کا ساتھ دیتے۔ اسے جرمنوں سے پہلے ان سے نمٹنا پڑتا اور یہ صورت حال خطرناک ہو سکتی تھی۔ زمان نے فیصلہ کیا کہ وہ ایسا وقت آنے سے پہلے میجر پارکر سے بات کرے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ وہ نیچے اترا..... میجر پارکر ایک مورچے کے پاس کھڑا سگار سے شغل کر رہا تھا۔ زمان نے بلا تمہید اس سے پوچھا'' سر! آنے والے وقت کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے؟''

میجر پارکر نے پُرسوچ انداز میں اس کی طرف دیکھا'' تمہارا کیا خیال ہے؟ ہم ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ڈھائی سو..... زیادہ بہتر طور پر مسلح فوج سے مقابلہ کر سکتے ہیں؟''

''ہم ایک سو دس افراد کے ساتھ چھ سو بہتر طور پر مسلح فوج کا مقابلہ کر چکے ہیں'' زمان نے سرد لہجے میں کہا۔'' میں اب بھی چوکی کا بہتر طور پر دفاع کر سکتا ہوں۔''

میجر پارکر نے زمان کے الفاظ میں پوشیدہ پیغام بھانپ لیا تھا ''کیپٹن! مت بھولو..... اس فوج کا کمانڈر میں ہوں اور میں جو حکم دوں' تم سب کو اس پر عمل کرنا ہوگا۔''

''سر! اگر آپ کوئی ایسا حکم دیں جس سے ہم سب کی جان خطرے میں پڑ جائے تو ہمیں حق ہے کہ آپ کا حکم ماننے سے انکار کردیں' زمان خان نے مناسب الفاظ میں کہا۔

''نصف نفری تمہاری ضد کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہے۔ اب میں باقی افراد کو اس طرح بلاوجہ نہیں مرنے دوں گا۔''

''سر! ایک بات پر غور کریں..... اگر جرمنوں نے ہتھیار ڈالنے کے بعد ہمیں معاف بھی کردیا تب بھی ساڑھے تین سو جرمنوں کے مقابلے میں ہمیں پانی سے کیا ملے گا؟ یہ آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں ہمارے زخمی چوبیس گھنٹے میں ہلاک ہو جائیں گے۔ جو لوگ صحت مند ہیں وہ بھی زیادہ سے زیادہ دو دن میں ہلاک ہو جائیں گے۔ چوبیس گھنٹے میں سات سو لیٹر زپانی جرمنوں کو بھی کم پڑے گا۔ وہ ہمیں اس میں سے ایک قطرہ نہیں دیں گے۔''

''اور تمہارا کیا خیال ہے' اس بار جنگ کے بعد جب وہ چوکی میں داخل ہوں گے تو کیا ہمیں زندہ چھوڑیں گے؟''

''اول تو یہ مفروضہ ہے' ہم عملی طور پر ایک بار انہیں پسپا کر چکے ہیں۔ اب بھی ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ان میں اور ہم میں بنیادی فرق پانی کا ہے۔ ان کے پیاسے سپاہی زیادہ سے زیادہ کل صبح تک جواب دے جائیں گے۔ اس کے بعد نوے فیصد امکان ہے جرمن ہتھیار ڈال دیں گے۔''

''اور انہوں نے حملہ کردیا تو.....؟''

''تب بھی سر..... ہم آخر تک مقابلہ کریں گے۔ جرمنوں کی تعداد اتنی کم ضرور کردیں گے کہ جب وہ چوکی پر قابض ہوں گے تب بھی ان کی تعداد اتنی ہوگی کہ پانی ان کے لیے ضرورت سے زیادہ ہوگا تب وہ ہمیں بھی پانی دیں گے'' زمان نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

''وہ ہمیں ماردیں گے'' میجر پارکر غرایا ''کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔''

''اس صورت میں بھی مناسب یہی ہے کہ آخر دم تک ان کا مقابلہ کریں۔''

''چوکی پر قبضہ دینے کے عوض ہم ان سے اپنی شرائط منوا سکتے ہیں۔''

''سر..... ایک بار جب ہم ہتھیار ڈالنے کے بعد ان کے رحم و کرم پر ہوں گے' تب ہم ان سے ان شرائط پر عمل کروا سکیں گے؟'' زمان کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

''وہ معاہدے کے پابند ہوں گے'' میجر پارکر کا لہجہ کمزور تھا۔

''سر..... سپاہیوں کی اکثریت ہتھیار ڈالنے کے خلاف ہے۔''

''یہ سیاہ فام.....'' میجر کے لہجے میں حقارت تھی۔

''سر! یہ انسان ہیں اور انہیں اپنی زندگی بچانے کا پورا حق ہے'' زمان بولا ''آپ انہیں نظر انداز کر کے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔''

میجر پارکر اسے غور سے دیکھ کر بولا ''اگر میں کوئی فیصلہ کروں تو.....؟''

''سر! ہم اسے ماننے سے انکار کردیں گے۔ اگر یہ اجتماعی فیصلے کے خلاف ہوا'' زمان نے دوٹوک جواب دیا۔ ''اور ہم آخری دم تک جرمنوں سے لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ہم ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔''

''تم لوگ بغاوت کرو گے؟''

''سر! برٹش رول میں بھی جانتا ہوں۔ اگر فوج کا کمانڈر دشمن سے سازباز کرے تو جونیئر اس سے بغاوت کر سکتے ہیں'' زمان نے کہا تو میجر پارکر خاموش ہو گیا۔

سورج غروب ہوتے ہوتے کالنگا کے سپاہی اپنا کام کر کے مورچوں میں آرام کرنے لگے۔ زمان ان لوگوں کی سخت جانی پر حیران تھا۔ وہ گزشتہ تیرہ گھنٹوں سے متواتر حالتِ جنگ میں تھے اور اس کے باوجود تازہ دم نظر آرہے تھے۔ زمان بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہا تھا لیکن میجر پارکر کے عزائم جان کر اس کے لیے آرام کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ وہ مغربی سمت میں واقع مورچے کے اوپری حصے میں آ بیٹھا تھا۔ وہاں موجود سارجنٹ نے اس سے دبے الفاظ میں کہا تھا ''کیپٹن! نیچے آجائیں..... یہ جگہ خطرناک ہے۔''

''شکریہ! تم آرام کرو'' زمان نے نرمی سے کہا اس نے دوربین سے جرمنوں کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر ان کی طرف ..... مکمل خاموشی تھی۔ کوئی روشنی بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ ریت کی ڈھلان کے عقب میں چھپے تھے۔ زمان جانتا تھا' وہ اگلا حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ چاند طلوع ہو چکا تھا مگر مشرقی افق سے زیادہ بلند نہیں ہوا تھا۔ زمان کا اندازہ تھا کہ جرمن نصف رات کے بعد دوبارہ حملہ کریں گے۔ اس وقت تک اس کے سپاہی آرام کر کے تازہ دم ہو جائیں گے۔ صبح سے پہلے چوکی پر قبضہ ان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ اگر وہ کسی طرح صبح تک جرمنوں کو چوکی سے دور رکھنے میں کامیاب ہو جاتے تو پھر امید کی جا سکتی تھی۔

''زمان!'' اچانک اسے شیلا کی آواز آئی' وہ نیچے سے آئی تھی ''میں اوپر آرہی ہوں۔''

''نہیں رکو..... میں نیچے آرہا ہوں'' زمان نیچے کود گیا۔ وہ اور شیلا کنوئیں کے پاس ریت کے ایک ٹیلے پر آ بیٹھے۔ شیلا اس کے لیے پانی میں دودھ اور چینی ملا کر لائی تھی۔ ''شیلا' تمہیں آرام کرنا چاہیے تھا۔''

''یہ آرام کا وقت نہیں ہے'' شیلا نے چاند کی طرف دیکھا ''زمان! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''کس سے..... جرمنوں سے؟''

اس نے سر ہلایا ''وہ ہر صورت یہاں حملہ کریں گے۔ ہم انہیں کس طرح روکیں گے؟''

''تم اس کی فکر نہ کرو' جب تک میں زندہ ہوں' انہیں اندر نہیں آنے دوں گا' میرے بعد.....''

شیلا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ''پلیز..... ایسی باتیں مت کرو' میرے لیے تمہاری زندگی اہم ترین ہے۔ اگر تمہیں کچھ ہوا تو میں بھی زندہ نہیں رہوں گی'' شیلا نے سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔

''شیلا! جذباتی باتیں مت کرو'' زمان نے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا ''مجھے اپنا فرض ادا کرنا ہے' تمہارا فرض زخمیوں کی دیکھ بھال ہے۔ تم نے اسے ادا کرنا ہے۔ چاہے میں رہوں یا نہ رہوں؟''

شیلا کچھ دیر خاموش رہی ''زمان اگر ہم بچ گئے تو کیا تم مجھے اپنے گھر لے جاؤ گے؟''

''ہاں' میں تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گا۔''

''لیکن تم کہہ رہے تھے' تم لوگوں کے ہاں..... خاندان سے باہر شادی.....'' شیلا جھجک کر خاموش ہو گئی۔

''تم اس کی فکر مت کرو'' زمان نے آہستہ سے کہا۔

چاند رفتہ رفتہ ان کے سامنے بلند ہوتا گیا۔ شیلا اس سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ زمان کا ہاتھ تھامے اس کے ذہن میں رہ رہ کر ایک ہی خیال آرہا تھا کہ یہ وقت شاید دوبارہ نہ آئے۔

''زمان' تم آرام کرلو'' اس نے کہا ''تم دو دن سے نہیں سوئے۔''

''آج رات میں نہیں سو سکتا'' زمان نے کہا ''یہ رات سونے والی نہیں ہے۔''

شیلا کھڑی ہو گئی۔ ''ہاں' یہ رات سونے والی نہیں ہے۔ مجھے زخمیوں کی فکر ہے۔ نئے زخمیوں میں سے دو مر چکے ہیں اور پانچ کی حالت نازک ہے۔''

''رچ کیسا ہے؟''

''اس کی قوتِ ارادی اسے زندہ رکھے ہوئے ہے مگر اب وہ زیادہ دیر نہیں گزار سکتا۔ ممکن ہے صبح تک.....''

شیلا کے اندر جانے کے بعد زمان افسردہ ہو گیا۔ ان لوگوں کا سوچ کر جو ابھی اس جنگ کی بھینٹ چڑھیں گے' جنگ ناگزیر تھی۔ وہ ٹیلے پر لیٹ کر آرام کرتا رہا اور کسی ایسی پلاننگ کے بارے میں سوچتا رہا جس سے جرمنوں کو صبح تک چوکی پر قبضے سے روک سکے۔ اس نے مشین گنوں کے لیے درمیانی عمارت کے ملبے کے اوپر ریت کی بوریوں کی مدد سے تین مورچے بنوائے تھے۔ یہاں وہ بھاری مشین گنیں لگا کر جرمنوں کی پیش قدمی روک سکتا تھا۔ ٹینکوں کے بارے میں اس نے فیصلہ کیا تھا کہ انہیں کوئی دیوار کے سامنے لگائے گا۔

مسلسل جاگنے سے اس کے سر میں درد ہو رہا تھا لیکن اسے معلوم تھا' اسے ایک بھی دردکش دوا نہیں مل سکے گی۔ چوکی پر اس نام کی کوئی شے باقی نہیں رہی تھی۔ بارہ بجے وہ اٹھا' اس نے تمام مورچوں کا ایک چکر لگایا۔ ہر مورچے میں دو میں سے ایک سپاہی جاگ رہا تھا۔ مطمئن ہو کر وہ میجر پارکر کے پاس آیا۔ وہ تہ خانے میں اپنے حصے میں بستر پر چت لیٹا تھا۔ کالنگا نے سفید فاموں کو مختلف مورچوں میں تقسیم کردیا تھا اور میجر کے پاس کوئی نہیں تھا۔ میجر بے بس اور مجبور تھا۔ زمان کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں نفرت چمکنے لگی ''زمان خان! تمہیں اپنے اقدامات کے لیے جواب دینا پڑے گا۔''

''تقریباً نوے افراد کی زندگیاں بچانا میرے لیے زیادہ اہم ہے۔''

''جرمنوں سے مقابلے کی صورت میں ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔''

''میجر' میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا'' اس نے سرد لہجے میں کہا ''زخمیوں اور لڑنے والے سپاہیوں کا فیصلہ ہے کہ ہتھیار نہیں ڈالنے ہیں۔ اس صورت میں جرمنوں کی جانب سے خدشہ ہے کہ وہ سب کو قتل کردیں گے یا پیاسا مرنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔''

''پھر میرے پاس کس لیے آئے ہو' جاؤ جو کرنا ہے کرو۔''

''میجر سر! اس لڑائی میں ہمیں ایک ایک فرد کی ضرورت ہے۔ وہ افراد جو معمولی زخمی ہیں' وہ اس جنگ میں حصہ لیں گے۔ آپ کو بھی لڑنا ہوگا۔''

''میں اس لڑائی کے لیے تیار نہیں ہوں'' میجر پارکر غرایا۔

''سر! برٹش رول کے تحت میدانِ جنگ میں دشمن سے

لڑنے سے انکار کرنے والے کو کیا سزا دی جاتی ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں؟''

میجر پار کرنے خوں خوار نظروں سے اسے دیکھا۔ ''لیکن تم مجھے سزا نہیں دے سکتے۔ جونیئر سینئر کو سزا دینے کا حق نہیں رکھتے ہیں۔''

''سر! آپ بھول رہے ہیں۔ میں رینک میں کم ہوں لیکن اس وقت چوکی کا کمانڈر میں ہوں اور آپ سمیت ہر شخص کو سزا دینے کا اختیار رکھتا ہوں۔'' زمان سخت لہجے میں بولا ''کیا آپ اب بھی انکار کرتے ہیں؟''

میجر پار کر چند لمحے دانت پیستا رہا پھر ایک جھٹکے سے بولا ''آل رائٹ! مجھے کہاں ڈیوٹی دینی ہے؟''

''سر! آپ الفا ٹینک کی کمان کریں۔ اسے چوکی کی گرتی دیوار کے سامنے تعینات کیا جائے گا۔''

''مجھے قبول ہے'' میجر نے اٹھ کر جوتے پہنے اور باہر نکل گیا۔ اس ٹینک کا ڈرائیور اور مشین گنر کالنگا کے خاص آدمی تھے۔ میجر کمانڈ کرنے کے ساتھ توپ بھی استعمال کرتا۔ تازہ زخمیوں میں سے چار دم توڑ چکے تھے اور انہیں ایک خندق میں دفنایا جا چکا تھا۔ اب کل پچیس زخمی تھے۔ جن میں سے پانچ اس قابل تھے کہ مورچے میں بیٹھ کر فائرنگ کر سکتے تھے۔ انہیں مورچوں میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک سپاہی نے آ کر اطالوی سپاہیوں کا پیغام دیا جو لاک اپ میں تھے۔ وہ زمان سے بات کرنا چاہ رہے تھے۔ زمان ان کے لاک اپ کے سامنے پہنچا۔ اس نے ترجمان کو بلوا لیا تھا۔ البرٹو اسے دیکھ کر بولا ''ہم تمہارے ساتھ مل کر جرمنوں سے لڑنا چاہتے ہیں۔''

''ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ہم پر اعتبار کرو۔ ہم جرمنوں کے ہاتھ آنے کے مقابلے میں مرنے کو ترجیح دیں گے۔''

''ہو سکتا ہے لیکن فی الحال تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے' جب ہوگی تو بلا لیں گے۔''

زمان نے لاک اپ کی چابیاں شیلا کے حوالے کر دی تھیں اور ہدایت دی ''اگر ہمیں شکست ہونے لگے تو ان کو آزاد کر دینا..... تاکہ یہ اپنی جان بچا سکیں۔''

زمان نے زخمیوں اور نرسوں کے لیے رائفلیں بھی دی تھیں تاکہ جرمن انہیں قتل کرنے کے ارادے سے اندر آئیں تو وہ مزاحمت کر سکیں۔ ان سارے کاموں سے فارغ ہو کر وہ رات ایک بجے باہر آیا تھا۔ کالنگا مشین گن مورچوں کے درمیان سے جرمنوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پندرھویں کے چاند کی روشنی کسی قدر کم ہوتی تھی لیکن صحرا میں دور کا منظر واضح نظر آ رہا تھا ''سر..... میرا خیال ہے..... جرمن اگلے حملے کی تیاری کر رہے ہیں'' اس نے زمان کو دیکھ کر کہا ''ان کی نقل و حرکت میں تیزی آئی ہے۔ وہ بار بار چوکی کا جائزہ لینے کے لیے آگے آ رہے ہیں۔''

''اگر وہ ایسا نہ کریں تو مجھے تعجب ہوگا۔ جیسے اس چوکی پر قابض رہنا ہماری بقا کے لیے لازمی ہے' اسی طرح وہ بھی چوکی پر قبضہ کیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔''

''سر! میں نے پانی کا تمام ذخیرہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان سے کہا ہے کہ اسے زیادہ استعمال کریں اور اگر جرمن قابض ہونے لگیں تو پانی ضائع کر دیں۔ میں نے کنوئیں کے گرد اور اس کے اندر بم لگوا دیے ہیں۔ اگر ہمیں شکست ہوگی تو یہ بم بلاسٹ کر کے کنواں تباہ کر دیں گے۔ جرمن اس سے پانی حاصل نہیں کر سکیں گے۔''

''فی الحال وہاں سے سارے بم ہٹا دو'' زمان نے حکم دیا۔ ''اگر ضرورت پڑی تو دو تین دستی بم اسے تباہ کرنے کے لیے کافی ہوں گے۔''

''یس سر!'' کالنگا فوری طور پر حکم کی تعمیل کے لیے روانہ ہو گیا۔

زمان دوربین سے جرمنوں کی نقل و حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک دو جرمن ٹینک اور ان کے عقب میں چار بکتر بند شانہ بہ شانہ نمودار ہوئے۔ ان کے عقب میں پیدل سپاہی تھے۔ زمان کے ذہن میں مختصر اور تیز حملے کا خیال آیا۔ یہ حکمتِ عملی دشمن کے کسی ایک مقام پر قبضے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی مثال تیر کی سی ہوتی ہے جو پسلیاں چیر کر دل میں پیوست ہو جائے۔ اس نے فوری طور ٹینکوں کو حرکت میں آنے کا حکم دیا۔ میگافون پر اس کی آواز گونجتے ہی سب الرٹ ہو گئے تھے۔ الفا اور برادو ٹینک سامنے آ گئے تھے۔ جرمنوں نے ٹینکوں کی توپ سے حملہ کیا۔ اولین گولے چوکی کی دیوار سے ٹکرائے اور دیوار میں سوراخ ہو گئے۔ زمان نے مارٹر اس طرف کر کے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مارٹرز کا نشانہ ٹینکوں اور بکتر بند کی آڑ میں آنے والی سپاہ تھی۔ دونوں مارٹرز یکے بعد دیگرے گولے برسانے لگے۔

زمان نے دوربین سے جائزہ لیا۔ ٹینکوں اور بکتر بند کے عقب میں کم سے کم بھی ڈیڑھ سو جرمن سپاہی تھے تو باقی سو کے قریب جرمن کہاں تھے؟ یک دم زمان کو احساس ہوا کہ یہ کوئی چال تھی۔ جرمن اس طرف سے حملے کا تاثر دے کر کسی اور طرف سے چوکی پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ عین ممکن تھا' ٹینکوں اور بکتر بند کے پیچھے اتنے جرمن نہ ہوں جتنے ظاہر کیے جا رہے

تھے۔ جب مارٹر گولے ٹینکوں کے اوپر سے گزر کر عقب میں گرے تو فضا میں زیادہ تر ریت اچھلی تھی۔ زمان نے تیزی سے چاروں طرف دیکھا۔ اچانک اس نے مغربی افق کے انتہائی کونے سے دو بڑے سائز کے ٹرک نمودار ہو کر چوکی کی طرف بڑھتے دیکھے۔ اس نے چلا کر مشین گنروں کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا ''انہیں چوکی کے پاس آنے سے روکو۔''

عجلت میں دو بھاری مشین گنوں کا رخ ان ٹرکوں کی طرف پھیر دیا گیا۔ زمان بے تابی سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ یہ ٹرک بھی دھوکا ہوتے۔ اصل حملہ کسی اور طرف سے ہوتا۔ مشین گنروں نے کمال مہارت سے ٹرکوں کو چوکی کی دیوار سے سو گز پہلے ہی ناکارہ کر دیا تھا۔ اب ان سے کود کود کر جرمن سپاہی چوکی کی دیوار کی طرف بھاگ رہے تھے۔ دوسری طرف ٹینکوں اور بکتر بند سے گولا باری اور بھاری مشین گنوں سے حملے جاری تھے۔ ٹینکوں نے متواتر گولے برسا کر دیوار کا بڑا حصہ گرا دیا تھا پھر ایک شرمن ٹینک کا گولا کارگر رہا اور جرمن ٹینک شعلوں کی زد میں آ گیا۔ اس کا عملہ نکل کر بھاگا۔ دوسرے جرمن ٹینک کی پیش قدمی از خود رک گئی تھی۔ پھر مارٹرز نے دو بکتر بند کو نشانہ بنایا اور انہیں ناکارہ کر دیا۔ ایک تو الٹ گئی تھی۔ زمان نے میگافون پر الفا کو باہر نکل کر حملہ کرنے والے پیدل جرمنوں کو روکنے کا حکم دیا۔ جرمن تیزی سے حملہ آور ہوئے تھے اور صرف دو مشین گنوں سے انہیں روکنا مسئلہ تھا۔ چند سپاہی دیواری مورچوں تک گئے تھے مگر وہ بھی بے بس تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پچاس ساٹھ جرمن دیوار تک پہنچ گئے۔ اب دونوں جانب سے ایک دوسرے پر دستی بم برسائے جا رہے تھے۔ جرمن ٹینک پسپا ہو گئے تھے اور بکتر بند بھی پیچھے ہٹ رہی تھیں مگر ان کی جانب سے فائر اور گولا باری کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک گولا آ کر بھاری مشین گن کے مورچے پر لگا اور مشین گن خاموش ہو گئی۔

زمان رینگتا ہوا مورچے تک پہنچا۔ گولے کے دھماکے سے ریت کی بوریاں اندر موجود سپاہیوں پر گر گئی تھیں۔ زمان بوریاں کھینچ کر نکالنے لگا۔ ایک اور سپاہی بھی اس کی مدد کے لیے پہنچ گیا تھا۔ متواتر فائر میں یہ کام بے حد خطرناک تھا مگر انہوں نے کسی نہ کسی طرح ساری بوریاں ہٹا دیں۔ یہ دیکھ کر زمان کو دھچکا لگا کہ دونوں سپاہی مدد سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ اس نے ان کی لاشیں باہر نکال کر خود مشین گن سنبھالی اور بکتر بند کے مشین گنروں کو نشانہ بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ مدد کے لیے آنے والا سپاہی اب گولیوں کی بیلٹ سنبھال رہا تھا۔

الفا ٹینک گھوم کر چوکی کے مغربی حصے میں پہنچا جہاں سے جرمن سپاہی مورچے بنا کر اندر حملے کر رہے تھے۔ ٹینک پر لگی مشین گن نے ایک ہی حملے میں درجن سے بھی زیادہ جرمن سپاہی صاف کر دیے تھے۔ پھر توپ کے حملے نے ان کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ بچنے والے جرمن الٹے قدموں واپس بھاگے۔ ریت کی ڈھلان کے دوسری طرف جاتے جاتے ان میں سے کئی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ صحرا کی ریت ان تازہ شکاروں کے لہو سے سیراب ہو رہی تھی۔ زمان اور برادو ٹینک کے جوابی حملے جرمن مشینی دستوں کو پسپا کر رہے تھے۔ دو مشین گنر گنوانے کے بعد ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور جرمن ایک بار پھر ریت کے پیچھے روپوش ہو گئے تھے۔ تازہ حملوں میں ان کے کم سے کم ستر آدمی مارے گئے تھے۔

جرمنوں کی پسپائی ان کی دوسری فتح تھی۔ اس حملے میں جرمن مزید ایک ٹینک اور دو بکتر بند سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ زمان مشین گن کے مورچے سے نکل کر نیچے آیا تو جوش ہونے والے سیاہ فام سپاہیوں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ زمان کا دل دھک سے رہ گیا ''کیا ہوا..... کالنگا کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

چار سپاہی کالنگا کو لے کر آ رہے تھے۔ انہوں نے اس کی لاش ریت پر رکھی تو زمان لڑکھڑا گیا۔ اس افریقی نوجوان سے اسے ان چند دنوں میں گہری انسیت ہو گئی تھی۔ دو گولیاں اس کے چوڑے سینے کے آر پار ہو گئی تھیں۔ بعض افریقی بلند آواز سے رونے لگے۔ زمان نے اس کے چہرے سے ریت صاف کی اور جھک کر اس کے ماتھے کو چوما۔ اسے لگا جیسے اس کے جسم کا ایک بازو الگ ہو گیا ہے۔ الفا ٹینک جرمنوں کو پسپا کر کے فاتحانہ انداز میں اندر آیا تھا۔ میجر پار کر اس سے نکل کر تیز قدموں سے ان کی طرف آیا۔ اس کے چہرے سے خوشی ظاہر تھی پھر وہ کالنگا کی لاش دیکھ کر ٹھٹکا اور چند لمحے ساکت رہنے کے بعد تھکے قدموں سے اندر چلا گیا۔

اس حملے میں انہیں سب سے شدید نقصان کالنگا کی صورت میں اٹھانا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ بھی پندرہ افراد ہلاک اور آٹھ زخمی ہوئے تھے۔ اب لڑنے والے صرف چالیس افراد رہ گئے تھے۔ مارٹرز کے تمام گولے خرچ ہو چکے تھے۔ صرف دو بھاری مشین گنیں اور ان کے محدود تعداد میں راؤنڈز رہ گئے تھے۔ ٹینکوں میں گولے چند رہ گئے تھے۔ چھوٹے ہتھیاروں کا ایمونیشن بھی اتنا تھا کہ دس پندرہ منٹ میں ختم ہو جاتا۔ صورت حال بے حد مایوس کن تھی۔ وہ کسی صورت تیسرے جرمن حملے کا سامنا کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ رات تین بجے جرمن پسپا ہوئے تھے۔ پانچ بجے تک وہ مرنے

والوں کو دفناتے رہے۔ مورچوں کو از سرِ نو مضبوط کیا۔ نفری اتنی نہیں تھی کہ حملوں میں ٹوٹ جانے والی دیواروں کی مرمت بھی کی جاتی' اب ٹینکوں کو درمیانی مورچوں کی حفاظت کے لیے سامنے رکھ دیا گیا تھا۔ مارٹرز کے حملوں میں کئی ٹرک اور واحد رہ جانے والی جیپ بھی تباہ ہوگئی تھی۔ اب ان کے پاس ایک بڑا اور ایک چھوٹا ٹرک باقی رہ گیا تھا۔

میجر پارکر اندر ایک پیٹی پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ زمان نے اسے رپورٹ دی۔ وہ چپ چاپ سنتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا ''کیپٹن! اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''سر! میرا اندازہ ہے ہم جرمنوں کا تیسرا حملہ نہیں روک سکتے'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے لیکن میں یا تم اس معاملے میں کیا کر سکتے ہیں؟''

زمان محسوس کر رہا تھا کہ اس بار کیا جانے والا حملہ شدید اور قاتلانہ ہوگا۔ وہ چوکی پر قبضہ کرنے نہیں انہیں قتل کرنے آئیں گے۔ وہ راہ میں آنے والے ہر فرد کو یقینی طور پر ہلاک کریں گے تاکہ جلد از جلد پانی تک پہنچ سکیں۔ چھ بجے روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ رات خاصی سرد تھی۔ جب تک جنگ جاری رہی ان لوگوں کو سردی کا احساس نہیں ہوا لیکن جب جنگ رک گئی تو انہوں نے گرم کپڑے پہنے تھے۔ کھانے اور پینے کا موقع ملا تھا۔ وہ جرمنوں کو دوسری بار شکست دے کر خوش تھے۔ ان کا محدود ذہن آنے والے خطرات کو محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔

زمان اندر آیا۔ شیلا زخمیوں والے حصے میں ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ زمان اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ شیلا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس کی نظروں میں سوال تھا کہ اب کیا ہوگا؟ زمان نے اس کے اسکرٹ سے جھانکتے پستول کے دستے کی طرف دیکھا ''شاید اس کے استعمال کا وقت آ گیا ہے۔ شیلا کیا تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا ''ہاں..... لیکن ہمارے حوالے سے'' وہ بولی ''زمان! کیا باہر سے مدد نہیں آ سکتی ہے۔ یا ہم اس چوکی سے نہیں جا سکتے؟''

''باہر سے مدد آ سکتی ہے لیکن امید کم ہے اور ہم چوکی سے کیسے جائیں' ہمارے پاس گاڑیوں کا ایندھن تک نہیں ہے۔ پیدل سفر کرنا ممکن نہیں ہے۔ چاروں طرف سیکڑوں میل تک کوئی آبادی نہیں ہے۔'' زمان نے مایوسی سے جواب دیا تھا ''شیلا! اب کوئی معجزہ ہی ہمیں بچا سکتا ہے۔ خدا سے دعا کرو..... معجزے وہی دکھاتا ہے۔''

''زمان! میں بھی لڑوں گی تم لوگوں کے ساتھ۔''

''کیپٹن میں بھی لڑوں گا'' قریب لیٹے رچ نے آہستہ سے کہا۔

''ہم بھی کیپٹن..... ہم بھی..... میں بھی.....'' کمرے سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ ''ہم آخری دم تک لڑیں گے۔''

کئی زخمی مارے جوش کے اٹھ بیٹھے تھے اور مطالبہ کرنے لگے کہ انہیں مورچوں تک پہنچا دیا جائے۔ ''کیپٹن! جب تک میرے ہاتھ میں رائفل اور جسم میں جان ہوگی' میں کسی جرمن کو نزدیک نہیں آنے دوں گا۔'' ایک سپاہی نے عزم سے کہا۔

''میرے دوستو!..... ساتھیو! ہم جرمنوں سے لڑ سکتے ہیں اور انہیں شکست بھی دے سکتے ہیں لیکن تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔ ہمارے پاس اسلحہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں' جرمن ہمیں ختم کیے بغیر آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔''

ایک سپاہی نے آ کر زمان کو سیلوٹ کیا ''میجر پارکر کا پیغام ہے۔''

''میں ابھی آتا ہوں'' زمان نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور شیلا سے کہا ''شاید میجر نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے افسوس ہے شیلا..... ! میں اسے نہیں روک سکتا ہوں۔''

''کیوں زمان! تم نے پہلے بھی اسے دو بار روکا ہے'' شیلا بے تابی سے بولی۔

''پہلے مجھے یقین تھا' میں دشمنوں کو روک سکتا ہوں۔ محدود وسائل کے باوجود اس کا مقابلہ کر سکتا ہوں مگر اب میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسے روکنا ممکن نہیں ہے'' زمان نے گہری سانس لی۔

وہ باہر والے کمرے تک آیا جہاں میجر پارکر پوری تیاری کی حالت میں کھڑا تھا۔ اس نے کمر سے اپنا سروس پسٹل بھی لگا رکھا تھا۔ زمان نے اسے سیلوٹ کیا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔ میجر نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا ''زمان! تم جانتے ہو میں کیا کرنے والا ہوں؟''

''یس سر!'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیا تم مجھے روکو گے نہیں؟''

''نو سر..... کیونکہ اب میں خود کو دشمن کے روکنے کا اہل نہیں پاتا۔''

''آؤ میرے ساتھ'' میجر پارکر باہر کی طرف بڑھا۔ مشرق سے سورج کا گولا نمودار ہو رہا تھا اور اس کی اولین کرنیں عمارتوں کے ملبے کو روشن کر رہی تھیں۔ میجر پارکر اور

اسے دیکھ کر سپاہی ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان سب کے چہروں پر سوال تھا۔ جنگ کے بارے میں کیا فیصلہ کیا گیا ہے۔ میجر پارکر چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے کہا ”میرے ساتھیو! تم لوگوں نے ایک ناقابلِ فراموش جنگ لڑی ہے..... مگر ابھی ایک معرکہ باقی ہے۔ ہمیں دشمن سے لڑنا ہے یا اس کے آگے ہتھیار ڈالنے ہیں۔ دونوں فیصلے ہمارے لیے بہت مشکل ہیں۔ میں خود میں اتنی اہلیت نہیں پاتا کہ اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ کر سکوں۔ آپ مجھے بتائیں..... ہم دشمن سے لڑیں یا اس کے آگے ہتھیار ڈال دیں؟“

”ہم جنگ کریں گے“ ایک سیاہ فام سپاہی ہاتھ اٹھا کر بولا ”جنگ..... جنگ..... جنگ.....“ یکے بعد دیگرے سب کے ہاتھ بلند ہوتے چلے گئے۔ میجر پارکر نے سوالیہ نظروں سے زمان کی طرف دیکھا تو اس نے ہاتھ اٹھا دیا تھا۔ میجر پارکر ایک ایک کو دیکھتا رہا۔

”ویل جنٹل مینز! ہم جنگ کریں گے لیکن..... چھپ کر نہیں، کھل کر ہم دشمن کو چوکی کی دیوار پر روکیں گے۔ آپ سب دیواروں کے ساتھ مورچے بنالیں۔“

تمام سپاہی بھاگے۔ میجر پارکر نے زمان کی طرف دیکھا ”ہم ٹینکوں سے حملہ کریں گے۔“

”جناب! ہمارے پاس ایمونیشن بہت کم ہے“ زمان نے کہا لیکن میجر جوش میں آ گیا تھا۔ وہ احتیاط کی حدوں سے گزر کر جرمنوں سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ زمان پریشان ہو گیا۔ اگرچہ وہ ہتھیار ڈالنے کے حق میں نہیں تھا لیکن اس طرح کھلی جنگ بھی ان کے لیے خودکشی کے مترادف تھی۔ وہ میجر سے اختلاف بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کمانڈ ایک طرح سے اس نے سنبھال لی تھی اور سپاہی اس کے حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ زمان نے اس سے کہا کہ توپوں کی حفاظت کے لیے اسے مشین گنوں سے مورچا بنانے کی اجازت دے۔ میجر مان گیا۔ مرکزی عمارت کے ملبے پر دو بھاری مشین گنیں موجود تھیں۔ اگرچہ ان کے راؤنڈز کم تھے لیکن اب بھی دفاع کے لیے ٹینکوں کے بعد یہی موثر ترین ہتھیار تھا۔ تین سپاہیوں کے ہمراہ زمان نے ان مورچوں میں پوزیشن سنبھال لی۔ میجر پارکر ٹینکوں کی کمان کر رہا تھا اور دونوں ٹینک مغربی دیوار کے ساتھ تھے۔ سپاہی چار دیواری کے ساتھ جگہ جگہ پوزیشن سنبھال چکے تھے۔ دسمبر مورچے بالکل خالی تھے مگر زمان محسوس کر رہا تھا کہ جرمن حملے کی صورت میں سپاہیوں کو اس میں پناہ لینا ہی پڑتی۔

ان کے پاس مشین گنوں کے صرف تین باکس تھے۔ ہر بکس کے پٹے میں پانچ سو گولیاں تھیں۔ اگر مشین گن کا ٹریگر مستقل دبا کر رکھا جاتا تو ایک بکس دو منٹ میں خالی ہو جاتا۔ اس لحاظ سے ان کے پاس صرف تین منٹ کی جنگ کا ایمونیشن تھا۔ نیچے ٹینکوں کی مشین گنوں پر نئے بکس لوڈ کیے جا رہے تھے۔ زمان جانتا تھا یہ چار بھاری مشین گنیں اور توپیں ہی ان کی امید ہیں۔ جیسے ہی سورج ذرا بلند ہوا' جرمن شمالی ڈھلان سے نمودار ہوئے۔ ان کا واحد ٹینک اور بکتر بند کی مشین گنیں سپورٹ فائر کر رہی تھیں۔ معرکہ کیا بار پھر گرم ہو چکا تھا۔ جرمن سپاہی انفرادی طور پر کوہان نما ٹیلوں کی آڑ لیتے آگے آ رہے تھے۔ وہ آگے کم آ رہے تھے اور دائیں بائیں زیادہ ہو رہے تھے۔ زمان ذرا تاخیر سے سمجھا کہ اس طرح وہ ان کا اسلحہ ضائع کروا رہے تھے۔ دونوں ٹینکوں کی مشین گنیں مستقل فائر کر رہی تھیں۔ جرمنوں کی حکمتِ عملی بھانپتے ہی زمان نے فائرنگ روک دی تھی۔ اس نے میجر کو بھی پیغام بھجوایا کہ ایمونیشن ضائع نہ کرے۔ جرمن چالاکی سے کام لے رہے ہیں۔ اب اس نے مشین گن کو اسپاٹ ٹارگٹ کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ جیسے ہی کوئی جرمن حرکت کرتا وہ اور اس کا ساتھی گنر ان کی طرف مختصر برسٹ مارتا تھا۔ اس حکمتِ عملی کے خاطر خواہ نتائج نکلے۔ چند منٹ کے اندر درجن بھر جرمن سپاہی ڈھیر ہو چکے تھے اور ان کی پیش قدمی رک گئی تھی۔ جھنجلا کر جرمنوں نے مارٹرز فائر کرنا شروع کر دیے۔ گولے آ کر چوکی کے مختلف حصوں میں گرنے لگے تھے۔ ایک گولہ سیدھا برادوشرمن ٹینک کے کھلے ڈھکن کے اندر گرا اور ٹینک کے پرخچے اڑ گئے۔ دھماکا اتنا شدید تھا کہ سوگز دور بیٹھے زمان کے کان بج گئے۔ ٹینک کا اپنا گولا بارود بھی پھٹا تھا۔ گرد و غبار اڑ کر اردبرتک گیا تھا۔ الفانٹینک اس سے دس گز کے فاصلے پر تھا۔ اس کا کنرتباہ شدہ ٹینک کا ٹکڑا لگنے سے مارا گیا تھا مگر ٹینک بچ گیا تھا۔ یہ شدید دھچکا تھا۔ خود جرمنوں کو بھی اس کامیابی کی توقع نہیں تھی۔ جیسے ہی ایک ٹینک تباہ ہوا۔ جرمن سپاہی شور مچاتے اور فائرنگ کرتے چوکی کی طرف دوڑنے لگے۔ زمان اور اس کے ساتھیوں نے مشین گنوں کا رخ ان کی طرف کر دیا تھا۔ ساتھ ہی چوکی کے دوسرے حصوں سے سپاہی سمٹ کر شمالی دیوار کی طرف آنے لگے۔

دو بھاری مشین گنیں اگرچہ پھیل کر آنے والے حملہ آوروں کو روکنے کے لیے ناکافی تھیں لیکن ان سے جرمنوں کی پیش قدمی کی رفتار کسی قدر سست ہو گئی۔ اس دوران میں سپاہیوں کو آنے اور شمالی دیوار کے ساتھ پوزیشن سنبھالنے کا موقع مل گیا تھا۔ میجر پارکر نے اپنے ٹینک کے مارے جانے

والے مشین گنر کی جگہ خود سنبھال لی تھی اور ٹینک کی توپ بھی آنے والے جرمنوں پر گولے فائر کر رہی تھی۔ اس نے ایک بکتر بند کے پرخچے اڑا دیے تھے۔ آنے والے سپاہی اپنی رائفلوں اور ہلکی مشین گنوں سے جرمنوں کو روک رہے تھے۔ گھمسان کی جنگ جاری تھی۔

اچانک کوئی اور مورچے میں داخل ہوا۔ زمان نے چونک کر دیکھا۔ یہ شیلا تھی جس کے ہاتھ میں دور مار رائفل تھی۔ ”شیلا! تم کیوں آئی ہو؟“ اس نے کسی قدر برہمی سے کہا۔

”کیپٹن! میں انعام یافتہ نشانے باز ہوں“ اس نے جواب دیا اور اس کے پاس اوندھی لیٹ کر رائفل شانے سے لگائی ”میں ابھی اس کا ثبوت بھی دے سکتی ہوں“ شیلا نے ایک جرمن کا نشانہ لیا جو چوکی کی دیوار کے بہت نزدیک آ گیا تھا۔ شیلا کے فائر کرتے ہی وہ اچھلا اور ریت پر گر کر ساکت ہو گیا۔

”شاندار!“ زمان کے منہ سے نکلا۔ شیلا نے ڈھائی سو گز دوری پر متحرک جرمن کا سر اڑا دیا تھا۔ ”میرے مورچے میں خوش آمدید!“

جرمن چوکی تک پہنچنے کی دیوانہ وار کوششیں کر رہے تھے۔ گولیاں کھا کر گر رہے تھے اور دوبارہ اٹھ کر چوکی کی طرف بڑھتے تھے اور جب تک دم میں دم ہوتا تھا' ان کی جدوجہد جاری رہتی تھی۔ دوسری طرف ان کے سپاہی بھی سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ چھپنے اور بچنے سے زیادہ وہ جرمنوں کے شکار میں لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے کئی مر چکے تھے اور کئی شدید زخمی تھے لیکن ان کے جذبۂ مزاحمت میں کمی نہیں آ رہی تھی۔ میجر پارکر اس پوری جنگ میں پہلی بار دلیری سے دشمن کا سامنا کر رہا تھا۔ اس کی فرنٹ لائن پر موجودگی نے سپاہیوں کے حوصلے بڑھا دیے تھے۔ وہ ٹینک کی مشین گن سے جرمنوں پر فائر کر رہا تھا اور اس نے کئی جرمنوں کو مار گرایا تھا۔

جرمن جس جوش و خروش سے آئے تھے' اب اس کی لہر مدھم پڑتی جا رہی تھی۔ جیسے ساحل پر آنے والی موج بے دم ہو جاتی ہے۔ اپنے بے شمار ساتھیوں کی لاشیں آنے والوں کے حوصلے پست کر رہی تھیں۔ اس تازہ معرکے میں بھی کئی درجن جرمن اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ابھی تک ان کا کوئی آدمی چوکی سے سو گز سے زیادہ نزدیک نہیں آ سکا تھا۔ ان کی گولا باری بھی بے سود رہی تھی۔ اس طرف سے کی جانے والی مزاحمت ناقابلِ بیان تھی۔ ایک موقع پر پیش قدمی کرنے والے چار پانچ جرمن زمان کے مورچے کی مشین گنوں کی زد میں آ کر گرے تو جرمنوں کا حوصلہ جواب دے گیا اور وہ پلٹ کر واپس بھاگے تھے۔ زمان نے ان بھاگتے جرمنوں پر فائر نہیں کیا ورنہ وہ ان میں سے کئی کو بہ آسانی مار سکتا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کی انگلی ٹریگر سے ہٹ گئی۔ شاید قتل و خون سے اس کا دل بھر گیا تھا۔ میجر پارکر نے بھی فائرنگ روک دی تھی۔ شیلا نیچے اتر گئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ کئی نئے زخمی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

انہوں نے چوکی کو ایک بار پھر بچا لیا تھا لیکن ساتھ ہی انہیں اپنے ایک درجن سے زیادہ ساتھیوں سے مزید محروم ہونا پڑا تھا۔ چار شدید زخمی تھے۔ جرمن اپنے پیچھے مزید لاشیں چھوڑ گئے تھے۔ زمان اتر کر نیچے آیا تو میجر پارکر ٹینک کے اوپر بیٹھا ستا رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر زخم آیا تھا۔ زمان نے اپنی پانی کی چھاگل اس کی طرف بڑھا دی ”مبارک ہو میجر.....!“

اس نے سر ہلایا ”ہم نے دشمن کو ایک بار پھر پسپا کر دیا ہے۔ شاید آخری بار!“

زمان نے محسوس کیا' میجر درست کہہ رہا تھا۔ یہ شاید آخری بار تھا۔ ان کے پاس ایمونیشن نہیں تھا۔ مشین گنوں کی مشکل سے چند درجن گولیاں تھیں۔ ٹینک گولا بارود سے قطعی محروم تھے۔ ”لڑنے کے لیے ہمارے پاس اب سوائے ہاتھ پیر کے اور کچھ نہیں ہے“ میجر نے افسردگی سے کہا۔

سپاہی اندر جمع تھے۔ اس فتح نے انہیں خوش نہیں کیا تھا۔ مرنے والوں کی لاشیں انہیں بتا رہی تھیں کہ جلد یا بدیر ان کا انجام بھی یہی ہونا ہے۔ انہوں نے لاشیں دفنانا شروع کر دی تھیں۔ چوکی اچھے خاصے قبرستان میں بدل گئی تھی۔ زمان ٹینک پر چڑھ کر میجر کے ساتھ بیٹھ گیا ”سر! اگر اب ہم ہتھیار ڈالیں تو جرمنوں کا کیا ردِعمل ہوگا؟“

”کیا کہہ سکتے ہیں“ میجر نے صحرا کی طرف دیکھا۔ ”ممکن ہے وہ ہمیں صرف جنگی قیدی بنائیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ قتل کر دیں۔“

”ہمارے لیے کوئی فیصلہ کرنا اب بھی آسان نہیں ہے“ زمان ہنسا تھا ”ممکن ہے قدرت فیصلہ کرے۔“

”یہ سب تقدیر کے فیصلے ہیں“ میجر نے چوکی سے باہر بکھری جرمنوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کیا۔

جرمن واپس ریت کی ڈھلان کے عقب میں جا پہنچے تھے۔ انہوں نے پھر مارٹرز فائر کرنا شروع کر دیے تھے۔ سپاہی مورچوں میں چلے گئے تھے۔ مگر میجر اور زمان ٹینک پر بیٹھے رہے۔ گولے ان کے اوپر سے گزر کر چوکی کے مختلف حصوں پر گر رہے تھے مگر گولا باری کی رفتار بے حد سست تھی۔ چھ سات منٹ بعد ایک گولا آتا تھا۔ میجر نے تبصرہ کیا۔

"لگتا ہے ..... جرمنوں کے پاس بھی گولا بارود ختم القریب ہے" پھر اس نے کچن میں جھانکا "بڈی' تمہارے پاس کافی ہے تو ہمیں دے دو۔"

اندر سے تھرماس اور کاغذی کپ انہیں تھما دیے گئے "جرمن ڈھلان سے جھانک رہے ہیں" زمان نے اس طرف دیکھا "پیاس آخری حدوں پر ہوگی۔"

میجر ہنسا "ابھی میرے ذہن میں احمقانہ خیال آیا تھا کہ جرمنوں کو دعوت دوں' وہ کنوئیں سے جتنا پانی چاہے حاصل کرلیں۔ شاید میرا دماغ چل گیا ہے۔"

اس لمحے زمان کو صحرا کی جانب سے شور سنائی دیا۔ اس نے دیکھا اور اچھل پڑا تھا۔ تقریباً سو جرمنوں کا گروہ ان کی چوکی کی طرف دوڑ رہا تھا۔ وہ حملہ کررہے تھے؟ زمان کے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا لیکن وہ حملہ کرنے کے انداز میں نہیں بلکہ میراتھن میں حصہ لینے والے کسی بے ترتیب ہجوم کے انداز میں دوڑ رہے تھے۔

"جرمن بھی پاگل ہوگئے ہیں" میجر پارکر نے زیرلب کہا۔

جرمن سپاہیوں نے اپنی رائفلیں سر سے بلند کررکھی تھیں۔ زمان نے ٹینک اور بکتر بند کے عملے کو بھی کود کر بھاگتے ہوئے ہجوم میں شامل ہوتے دیکھا "میجر! یہ ہتھیار ڈالنے آرہے ہیں" اس نے کہا اور پھر چلایا "کوئی فائر نہ کرے' یہ ہتھیار ڈالنے آرہے ہیں۔"

جرمن اتنی تیزی سے بھاگ رہے تھے کہ بار بار ریت پر گرتے۔ اٹھتے اور پھر بھاگنا شروع کردیتے تھے۔ ان کا انداز جلد ریس جیتنے کی خواہش رکھنے والے ایتھلیٹ کا سا تھا۔ پانچ سوگز کا فاصلہ انہوں نے چند منٹ میں طے کیا اور ہجوم کے انداز میں چوکی کی ٹوٹی دیوار سے اندر آنے لگے۔ اپنی رائفلیں ٹینک کے سامنے پھینک کر وہ اس طرح بھاگتے کنوئیں کی طرف چلے گئے تب زمان نے پہلی بار کنوئیں سے فوارے کی طرح اچھلتے پانی کو دیکھا تھا اور تب ہی اس کی سمجھ میں آیا کہ کس چیز نے جرمن سپاہیوں کو ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کیا تھا۔ جو کام تین دفعہ کی جنگ نہیں کرسکی تھی' وہ پانی کی ایک جھلک نے کردکھایا تھا۔

بھاگتے دوڑتے جرمن کنوئیں کے گرد جمع ہوکر اس اچھلتے پانی کو ہاتھوں میں لے کر پینے کی کوشش کررہے تھے۔ ایک دوسرے پر گرے جارہے تھے۔ مارے خوشی کے بچوں کی طرح چلّا رہے تھے۔ میجر پارکر اور زمان نے ان کے پیچھے کرنل بوئر اور اس کے افسران کو آتے دیکھا۔ انہوں نے بھی اپنے ہتھیار سروں سے اوپر اٹھا رکھے تھے۔ کرنل بوئر نے سب سے پہلے اپنا پستول میجر پارکر کے سامنے رکھا۔

"میجر! میں کبھی ہار نہ مانتا" اس نے کہا "مگر پیاس نے میرے آدمیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیا ہے۔"

"کرنل! تم بھی جاکر پانی پی سکتے ہو۔"

"یہ ایک معجزہ ہے" زمان سحرزدہ نظروں سے کنوئیں سے اچھلتے پانی کو دیکھ رہا تھا۔

"بے شک یہ معجزہ ہے" میجر پارکر نے اس کی تائید کی۔ ان کے سپاہی جرمنوں کے گرد گھیرا ڈال رہے تھے۔

نصف گھنٹے بعد صورتِ حال مکمل طور پر ان کے قابو میں تھی۔ تمام جرمن سیر ہوکر آسودگی کے ساتھ بیٹھی ریت پر بیٹھے تھے۔ ان کا تمام اسلحہ قبضے میں لیا جاچکا تھا۔ جرمن کیمپ سے بھی ان کے ہاتھ خاصا اسلحہ لگا تھا۔ ان کے پاس چار بڑے اور تین چھوٹے ٹرک تھے۔ ایندھن بھی کافی تعداد میں تھا۔ سب سے بڑھ کر ایک طاقت ور ریڈیو سیٹ ملا تھا جس پر ہیڈ کوارٹر رپورٹ کرکے مدد مانگی گئی تھی۔ جرمنوں کے ساتھ دو ڈاکٹرز بھی تھے جو اب جرمن زخمیوں کے ساتھ اتحادی زخمیوں کا علاج بھی کررہے تھے۔ ان کے پاس ادویات اور آلات بھی تھے۔ ایک سو عدد صحیح سلامت جرمن اور پچاس کے قریب زخمی ان کے ہاتھ لگے تھے۔

کنوئیں سے پانی ابلنا بند ہوگیا تھا لیکن یہ اب بھی خاصا اوپر تھا۔ جرمنوں کے پاس ڈیزل سے چلنے والا سکشن پمپ تھا۔ اس کی مدد سے وہ جتنا پانی چاہے کنوئیں سے نکال سکتے تھے۔

کنوئیں سے اچانک اتنا پانی کیوں کر ابلنے لگا تھا' اس راز سے پردہ ایک سپاہی نے اٹھایا۔ اس نے کنوئیں کے کھلے منہ میں مارٹر گولا گرتے دیکھا تھا۔ اس گولے نے تہ کو اڑا دیا تھا اور اس کے نیچے نہ جانے کب سے دبا پانی اچانک ابل پڑا تھا۔ شام کو نہا دھو کر زمان میجر اور کرنل بوئر کے درمیان ہونے والی میٹنگ میں شریک ہوا تھا۔ جس میں جرمنوں سے چوکی کی تعمیرِ نو کے کام لینے کا معاملہ زیرِ غور آیا تھا۔ پانی کی کمی نہیں تھی لہٰذا اگلے دن سے کام شروع کرنے کا فیصلہ ہوا۔

زمان اندر آیا تو شیلا چمکتی آنکھوں سے اس کے پاس آئی تھی۔ "رچ کا آپریشن ہوگیا ہے' اس کی حالت بہتر ہورہی ہے۔"

"مبارک ہو!" زمان نے کہا "میں نے ہیڈ کوارٹر دلین واپسی کی درخواست بھیجی ہے۔ اگر وہ منظور ہوگئی تو کیا تم میرے ساتھ چلوگی؟"

شیلا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔



تعاقب

مرزا ظفر بیگ

سراغ رسانی کے پیشے سے وابستہ لوگوں کو ہر نئے کیس کی صورت میں ایک امتحان کا سامنا کرنا پڑتا ہے ..... بعض دفعہ جلد اور کبھی دیر سے انہیں کامیابی ملتی ہے۔ ایک ایسے ہی سراغرساں کا قصہ اس کی کلائنٹ اپنے پُر اسرار تعاقب سے بے حد پریشان تھی۔

لمحہ بہ لمحہ سنسنی خیز موڑ اختیار کرتی ایک پُرتجسس و تیز رفتار تحریر

میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ وہ آفت کی پرکالہ کسی آندھی کی طرح اندر داخل ہوئی۔ میں نے بہت عرصے بعد سحر انگیز آنکھوں اور پُرکشش ناگوں والی کوئی حسینہ دیکھی تھی۔ وہ کسی بھی مرد کے دل کی دھڑکنیں تیز کرنے کے لیے کافی تھی۔

میں نے جلدی سے خود سنبھالا اور باوقار انداز میں اپنی کرسی پر تن کر بیٹھ گیا۔ میں نے جلدی سے اس فیشن میگزین کو اپنی میز کی دراز میں ڈال دیا جسے میں اس قبالہ کے آنے سے پہلے دیکھ رہا تھا۔ اس میگزین میں حسیناؤں کی بہت سی تصاویر چھپی ہوئی تھیں لیکن جب کوئی حسینہ بذاتِ خود سامنے آجائے تو تصویریں دیکھنے کی کیا ضرورت؟

"جی مس ..... میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" میں نے اپنی آواز میں شہد گھولتے ہوئے اس حسین مہمان سے سوال کیا۔

"تمہارا نام نوآرح ملانو ہے نا؟" اس نے مجھ سے الٹا سوال کردیا۔ وہ کچھ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"میرے آفس کے دروازے پر اسی نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں کوشش کررہا تھا کہ اس کے سامنے خود کو ایک نفیس اور شائستہ نوجوان کے روپ میں پیش کروں۔ اس دوران میں اس کا بغور جائزہ بھی لے رہا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ کوئی ایکٹریس ہے یا ماڈل ہے یا پھر کوئی کال گرل ..... اس کے انداز و اطوار بتا رہے تھے کہ وہ اپنے حسن بلاخیز سے واقف ہے لیکن اس سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں اٹھا پائی۔ وہ حلیے سے خوش حال دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس وقت وہ مجھے پریشان لگ رہی تھی۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" اس نے کہا۔ "میں پہلے کی طرح پُرسکون انداز سے سونا چاہتی ہوں۔"

"لیکن مس، میں اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔" میں نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "میں ایک سیکیورٹی اسپیشلسٹ ہوں، کوئی ڈاکٹر نہیں جو تمہاری بے خوابی کا علاج کرسکوں۔"

"میں جانتی ہوں، مجھے سیکیورٹی کی ہی ضرورت ہے، میں عدم تحفظ کا شکار ہوں جس کی وجہ سے میری نیندیں اڑ چکی ہیں۔" اس نے اپنے خوبصورت ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے، آرام سے بیٹھ جاؤ اور پوری بات بتاؤ کہ